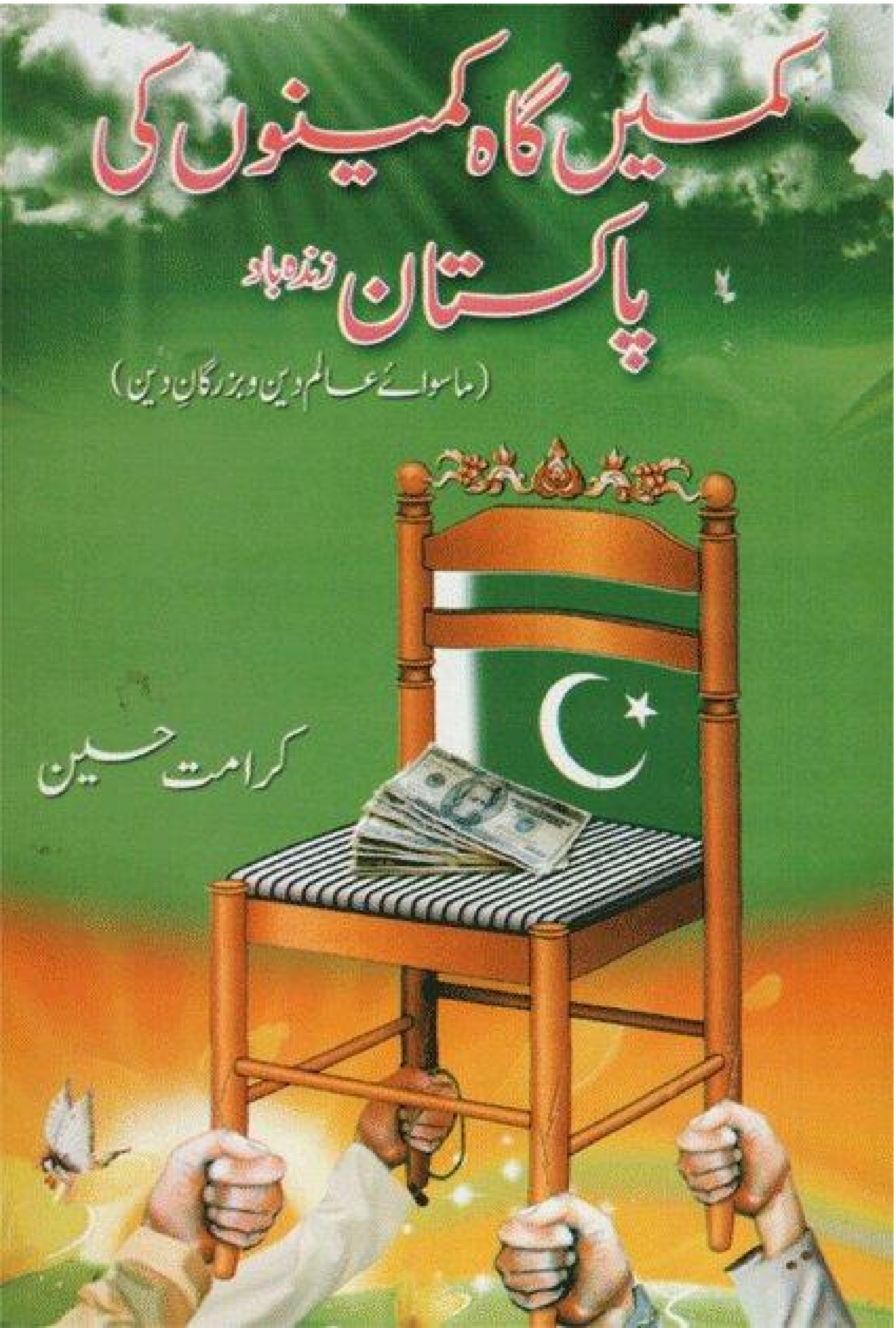
کمین گاہ کمینوں کی
پاکستان زندہ باد
(ماسوائے عالمِ دین و بزرگانِ دین)
کرامت حسین

کمیں گاہ کمینوں کی

پاکستان

(ماسوائے عالم دین و بزرگان دین)

خلق خدا کی گھات میں رند و فقیہہ و میر و پیر
تیرے جہاں میں ہے وہی گردشِ صبح و شام ابھی

یہ کتاب کم پڑھے لکھے لوگوں کیلئے ہے۔
اس کتاب میں اُن علماء سُو کا ذکر ہے جو سیاست میں ہیں اور پانچ ہزار روپے کے عوض فتویٰ بیچتے ہیں۔

تحریر
کرامت حسین

اُس اللہ کے نام جس نے مجھ جیسے کمینے کو روزی دی۔

اُس اللہ کی تلوار یعنی **سیف اللہ** کے نام جو کہ ب فارم بنوا کر کھیلنے کودنے کی عمر میں روزی کی تلاش میں پرائے دیس دُبئی تک جا پہنچا جس کی ماں اُسے اپنی گودی میں سہلانے کیلئے آج تک انتظار میں ہے۔

گھر کا بھیدی

اِس کتاب میں جو تعریف لوگوں کی لکھی گئی ہے مناسب نہیں کہ میں اللہ کا نام لے کر شروع کروں کیونکہ اللہ کا نام ہر نیک کام کیلئے استعمال کریں بُرے لوگوں کا نام اور اُن کی برائی لکھنے کیلئے اللہ کا نام موزوں نہیں لگتا لیکن اس کتاب میں جو برائیاں بُرے لوگوں کی ہیں وہ اچھے لوگوں کو بتانا ایک نیکی اور اچھائی کا کام ہے اس لئے شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔

سب سے پہلی بات معذرت کرتا ہوں اُن ادیبوں اور مفکر لوگوں سے اور لکھاریوں سے جن کی زندگیاں لکھتے گزر گئیں وہ اس لئے معذرت کرتا ہوں کہ میں بالکل ان پڑھ بندہ ہوں میری تعلیم میٹرک تک ہے میں بیسک ہیلتھ یونٹ میں درجہ چہارم کا ملازم ہوں اس کتاب میں اکثر بلکہ ساری کی ساری کتاب غلطیوں سے بھری ہوئی ہے۔

ادب کے حوالے سے لفظ، تلفظ، فقرہ ان کا ربط اور ت، ط کا فرق یہ تمام چیزیں میری سمجھ سے باہر ہیں کیونکہ ان ادبی حوالوں سے مَیں مکمل ناواقف ہوں۔

سب سے پہلا قدم میں اپنے ہی گھر میں رکھ رہا ہوں میرا سب سے بڑا بیٹا

بدر منیر ہے جس کو بڑا آدمی بننے کا بڑا شوق ہے یعنی دکھاوا کرنا، دوسرے لوگوں کے سامنے ڈینگیں مارنا اپنی اوقات سے بڑھ چڑھ کر باتیں کرنا وغیرہ ،ایک ویگن ہے جو ڈیرہ اسماعیل تا تونسہ شریف چلتی ہے باپ درجہ چہارم کا ملازم ہے بیٹا ڈرائیونگ خود نہیں کرتا بلکہ ڈرائیونگ کیلئے ملازم ڈرائیور رکھا ہوا ہے، بیوی بچوں والا ہے سبزی تک بھی خرید کر نہیں دے سکتا کیونکہ کام کرے گا تو کھائے گا اور کھلائے گا وہ تو بلوچ ہے، بلوچ یعنی ناکارہ ،نکما وغیرہ ہاں البتہ تمام صفات بلوچ والی ہیں بغیر ایک صِفت کے یعنی چوری نہیں کرتا باقی تمام کام بلوچوں والے ہیں اور میٹرک تک تعلیم بھی ہے۔

دوسرا بیٹا بیدار بخت ہے نام کا تو بیدار ہے مگر جاگتا رات کو ہے دو بجے رات کے گھر آتا ہے تو ظاہر ہے سارا دن سوئے گا، کہتے ہیں کہ نام کی نسبت سے آدمی کے کام پر اثر ہوتا ہے اس کا نام تو بیدار بخت ہے اور بیدار رات کو ہوتا ہے فی الحال تو اُس کا بخت سویا ہوا ہے کوئی ایسا کام نہیں ہے جو نہ کیا ہو اچھے سے اچھا کام بھی کرتا ہے تو ہمیں اُس کی اچھائی کی اُمید نظر نہیں آتی کیونکہ اچھائی سے زیادہ کمینوں والے کام بہت کرتا ہے، سارا دن اُس کے کان سے موبائل سیٹ مقناطیس کی طرح چپکا ہوا ہے اس کا کان گرے گا تو موبائل سیٹ گرے گا ورنہ پتہ نہیں سارا دن اپنی ماں کو فون کرتا ہے یا کسی کی

ماؤں کو ٹیلی فون کرتا ہے، صورت حال کچھ ایسی ہی ہے باقی آپ خود سمجھدار ہیں سمجھ جائیں میٹرک پاس، کمپیوٹر ڈپلوما بھی آٹھ ماہ کا ہے ایک سال کا ٹیکنیکل ڈپلوما ٹیوٹا ورکشاپ کالج تونسہ شریف سے کیا ہوا ہے مگر بے سود صرف سند وغیرہ تو ہے کام کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔

تیسرا بیٹا میر ملغ بالاچ ہے میری اپنی تحقیق کے مطابق میر غوث بخش بزنجو مرحوم اور میر گل خان نصیر مرحوم کے بغیر سارے کے سارے میر احمق ہیں ،میرا بیٹا میر ملغ بالاچ بھی تمام احمقوں کا مجموعہ ہے، میر ملغ میٹرک پاس ہے مگر بغیر کیمسٹری کے جب کیمسٹری پاس ہوگی تو دیکھیں گے آگے کیا بنتا ہے فی الحال اُستاد وقار دل الیکٹریشن کی اُستادی کے سائے میں شاگردی کر رہا ہے استاد بھی اس کا میر ملغ سے تنگ آیا ہوا ہے۔ داڑھی منہ پہ آئی ہوئی ہے مگر پتنگ بازی بڑے شوق سے کرتا ہے بلکہ منع کرنے کے باوجود بھی کرتا ہے پتنگ بازی کی وجہ سے میر ملغ کی نظر کمزور ہوگئی ہے مگر پتنگ بازی جاری وساری ہے۔

چوتھا بیٹا محمد حسنین ہے نویں کلاس میں پڑھتا ہوا سکول سے نکل پڑا جب وجہ پوچھی تو کہنے لگا مجھے سکول کی کوئی چیز کوئی سبق اور ٹیچر کی سمجھائی ہوئی کوئی بات میرے دماغ میں نہیں بیٹھتی لہذا میں سکول نہیں پڑھ سکتا اب وہ کراچی

مزدوری کرنے گیا ہوا ہے، ایک ہفتہ مزدوری کی اُس کے بعد کباڑ سے موٹر سائیکل سات ہزار کا خرید کر لیا اب اُسے بنانے میں مزدوری لگا رہا ہے ،والدین اِس اُمید سے ہیں کہ بیٹا کمائے گا اور ہم کھائیں گے کیا خاک کھائیں گے جس کا بیٹا بلوچ ہو وہ ماں باپ کو کیا کما کر دے گا بہر حال میری سب سے بڑی کوشش جو تھی وہ یہ کہ اس بدکردار ماحول میں رشوت خور، سود خور اور چرس گانجا پینے پلانے والے معاشرے میں مَیں سب سے زیادہ کامیاب باپ کہلاؤں گا کہ میری اولاد چوری نہ کرے، نشہ نہ کرے، لڑائی جھگڑا نہ کرے اور میں کافی حد تک مطمئن ہوں کہ میرا کوئی بیٹا نہ نشہ کرتا ہے نہ جوا کھیلتا ہے نہ چوری کرتا ہے اور نہ ہی لڑائی جھگڑا کرتا ہے۔

ایک بیٹی ہے طاہرہ تو قیر جو کہ چار بھائیوں کی ایک بہن ہے لوگ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ اولاد نرینہ عطا فرمائے مگر میں کہتا ہوں کہ والدین کی اصل اولاد بیٹی ہی ہے کیونکہ میری بیٹی جیسی دنیا میں شاید ہی کوئی فرمانبردار کسی کی بیٹی ہوگی ، اگر میری بیٹی جیسی فرمانبردار بیٹیاں ہوتی ہیں تو میرے چاروں بیٹوں کی جگہ تمام لوگوں کو طاہرہ تو قیر جیسی بیٹیاں ہی خدا تعالیٰ عطا کرے، القصہ میری کل کائنات میری بیٹی ہی ہے، میری بیٹی کی کل کائنات اُس کی دو بیٹیاں مہرین اصغر اور رومصیہ خان ہیں۔

ایک بھائی ہے جو کہ نائب تحصیلدار ہوتے ہوئے بھی چرس پیتا ہے، کرپشن سے پاک ہے ہر وقت مقروض رہتا ہے کیونکہ محکمہ محال کا نائب تحصیلدار ہوتے بھی مقروض رہتا ہے تمام خامیوں کے باوجود ایک خوبی ہے، وہ ہے سادات سے محبت کیونکہ سادات سے محبت تمام مسلمانوں کیلئے ضروری ہے، اگر مسلمان ہو کر مرنا ہے تو سادات سے محبت ضروری ہے ورنہ وہ ایمان کی موت نہیں مرا، ایک دن میں نے نائب تحصیلدار بھائی سے پوچھا آپ چرس کیوں پیتے ہیں، تو اُس نے جواب دیا کہ میرا افسر EDOR ہے اُس نے کہا امانت حسین تحصیلدار کو بلاؤ، تو بلاوا ہوا دفتر پہنچا تو معلوم ہوا کہ غیر حاضری ہے آپ نے حاضری نہیں دی میں نے سوچا یار میں تو حاضر ہوں غیر حاضری کس بات کی ہے، آفیسر کے چپڑاسی نے کان میں کہا روپے نہیں دیئے رقم نہ دینے کی غیر حاضری آپ نے کی ہے بات ختم۔

میں نے بھائی سے کہا چرس پینے والا سوال آپ کھا گئے بھائی پھر شروع ہو گئے بھائی نے کہا ایک دن کہا گیا وزیر اعلیٰ ڈیرہ غازیخان پہنچ رہے ہیں، ریسٹ ہاؤس کا خرچہ وغیرہ کرنا ہے اوپر سے آرڈر آیا کہ بیس ہزار روپے امانت حسین تحصیلدار کے حصے کے آتے ہیں امانت حسین تحصیلدار بیس ہزار روپے دے گا کیونکہ مل ملا کے لاکھوں روپے بنتے ہیں، امانت حسین نے کہا کہ بیس ہزار روپے میں کہاں سے لاؤں میں تو نہیں دے سکتا آفیسر کا آرڈر سخت تھا کسی سے اُدھار مانگ کر دے دیئے بات ختم۔

پھر میں نے کہا کہ بھائی صاحب میرا چرس والا سوال آپ پھر کھا گئے بھائی

پھر شروع ہو گئے کہا کہ میرا ایک افسر ہر سال عمرہ ادا کرتا ہے، ہر سال روضہ رسول ﷺ پر حاضری دیتا ہے ایک دفعہ مدینہ منورہ سے ٹیلی فون کیا کہ میرے جتنے بھی انتقالات ہیں وہ رکھ دیں میں واپس آ کر خود پاس کروں گا ،انتقالات رکھ دیئے گئے جب واپس حاجی صاحب آئے تو انتقالات سینکڑوں تک تھے حاجی صاحب نے خود پاس کیے رقم لاکھوں میں بنتی ہے حاجی صاحب نے رقم لے لی کیونکہ روضہ رسول ﷺ کی زیارت کر کے آئے تھے۔

میں نے بھائی کو عرض کی کہ میرا چرس والا سوال پھر رہ گیا وہ کچھ کہتے ، کہنے سے پہلے دفتر سے باہر دروازے پر ایک نوجوان نے پکار شروع کر دی کہ امانت حسین نائب تحصیلدار سرکل شادن لنڈ وکالا یونین کونسل بنام سرکار جمال لغاری حاضر ہو، میں نے کہا بھائی جان یہ کیا ہے کیسی پکار ہے نائب تحصیلدار امانت حسین نے کہا یہ جمال لغاری کیلئے دیہاڑی لینے آتے ہیں جمال لغاری کیلئے پہلے منتھلی ہوتی تھی پھر ہفتہ وصولی آئی اب دیہاڑی جتنا بنتا ہے وہ ہم دے دیتے ہیں اُس کے بعد ہم چرس پینا شروع کر دیتے ہیں کیونکہ ساٹھ سال کو پہنچ رہے ہیں کہ ہمیں اب معلوم ہوا کہ سرکاری افسران تو عوام کو لوٹتے ہی ہیں لیکن جو عوام سے ووٹ لیتے ہیں جو عوام کی آواز بن کر اسمبلیوں میں جاتے ہیں وہی سب سے زیادہ عوام کو لوٹ رہے ہیں، چرس نہ پئیں تو اور کیا کریں۔

چرس بھی دفتر میں، میٹنگ میں تقریباً ہر جگہ پیتے ہیں ایک دفعہ ارم بخاری صاحبہ جو کہ DCO کی عارضی انچارج بنی تھی انہوں نے بھائی امانت حسین کو چرس پیتے دیکھ لیا ارم بخاری صاحبہ نے امانت حسین سے پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہیں امانت حسین نے جواباً عرض کی کہ کمینہ آدمی جو ہو وہ ظاہر ہونا چاہیئے

کیونکہ کوئی یہ دھوکہ نہ کھائے کہ میں شریف آدمی ہوں اس لئے لوگوں کے سامنے چرس پی رہا ہوں۔

پاکستانی اور انڈین قوم کا موازانہ

تاج نگر ہریانہ دلی سے ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے بی بی سی کی خبر کے مطابق جب بی بی سی کا نمائندہ وہاں تاج نگر پہنچا اور وہاں کا پروگرام جو سنایا پوری دنیا نے سنا میں نے بھی سنا سن کر بڑی خوشی ہوئی کیونکہ دنیا میں ایسے لوگ بھی بستے ہیں جو قیامت کو روکنے کیلئے اہم کردار ادا کر رہے ہیں اس پروگرام کو آپ تک پہنچانے کیلئے تھوڑا سا تبدیل کر کے لکھ رہا ہوں بی بی سی والوں سے معذرت کے ساتھ۔

بی بی سی کے نمائندہ نے پروگرام کے دوران جتنے بھی تاج نگر کے لوگوں کے خیالات جاننا چاہے جس کسی کو بھی مائیک دیا گیا وہ تمام کے تمام ہندو لوگ تھے مجھے معلوم ہوتا ہے شاید اس تاج نگر بستی میں تقریباً ہندو لوگوں کی تعداد زیادہ ہے تاج نگر کے لوگ براستہ پیدل روڈ تک یعنی بس اڈے تک سفر کریں تو چار پانچ کلومیٹر تک کا ہے اور روڈ براستہ روڈ شہر تک کا سفر ایک گھنٹہ کی بجائے پانچ گھنٹے سفر کرنا پڑتا ہے لہذا حکومت ہند سے درخواست کی گئی کہ تاج نگر کے لوگوں کی تکلیف کو مد نظر رکھتے ہوئے تاج نگر کو ریلوے اسٹیشن دیا جائے، کیونکہ ریلوے لائن صدیوں سے گزر رہی ہے حکومت میں بھی راجے مہاراجے ہوتے ہیں جو تمام کے تمام نااہل اور نالائق ہوتے

ہیں جن کی سمجھ تاج نگر کے لوگوں کو بڑی جلدی آ گئی، انتظار کرنے کی بجائے تاج نگر کے لوگوں نے اپنی مدد آپ کے تحت کچی مٹی کے پلیٹ فارم اور کمرے، کنٹین وغیرہ تیار کرلیں۔ کچی مٹی کا پلیٹ فارم ریلوے اسٹیشن کیلئے تیار ہو گیا اب قلی جو سامان اُٹھاتا ہے کنٹین والا جو چائے بناتا ہے تانگے والا جو سواری اُٹھاتا ہے تمام کے تمام مفت اور فری میں اپنا اپنا کام کر رہے ہیں ،ٹرینوں کے ڈرائیوروں کو بھی بھائی بندی میں عرض کی گئی کہ مہربانی کر کے چند منٹ کیلئے ٹرینیں روکی جائیں ،ٹرینوں کے ڈرائیوروں نے اخلاقی طور پر چند لمحوں کیلئے بریک لگانا شروع کر دی سواریاں اترتیں اور سوار ہوتی رہیں ،تاج نگر کے لوگوں کا سچا جذبہ اپنی بستی کی محبت اور اپنے آنے والی نسلوں کی ترقی کیلئے جو قربانیاں دی ہیں اُس قربانیوں کی وجہ سے ٹرینوں کے ڈرائیوروں نے بھر پور تعاون کیا اور ٹرینوں کو پندرہ سے تیس منٹ تک روکے رکھتے ہیں۔

باقاعدہ ریلوے اسٹیشن کی منظوری کیلئے ریلوے ٹکٹ کی خریداری کی شرط ہوتی ہے یہ معلوم نہیں کہ کتنی ٹکٹیں روزانہ یا ماہانہ خریدی جائیں تاکہ حکومت ہند ریلوے اسٹیشن منظور کر دے ،لہذا اس شرط کو پورا کرنے کیلئے تاج نگر کے لوگوں نے دھڑا دھڑ ٹکٹیں خریدنا شروع کر دیں۔ ایک سواری پانچ، چھ

ٹکٹیں خریدتی اور سٹوڈنٹس وغیرہ بچے بچیاں اور مزدور بھی آٹھ آٹھ ٹکٹیں کریدنے لگے، آخر کار گورنمنٹ اتنی مجبور ہوئی کہ تاج نگر کیلئے ریلوے اسٹیشن کی منظوری دے دی۔

مٹی کے کمرے جو ریلوے اسٹیشن کیلئے بنائے گئے تھے گورنمنٹ نے پلیٹ فارم اور کنٹین سمیت یادگار کے طور پر محفوظ کرلیا، تاج نگر کے لوگوں کے جذبہ قومیت کو دیکھتے ہوئے تھوڑا سا ہٹ کے پکے پلیٹ فارم اور کمرے وغیرہ کا ٹھیکہ دیتے ہوئے وزیر اعلیٰ وقت نے باقاعدہ افتتاح کیا۔

یہ تو تھی انڈیا کی ہندو قوم کی حقائق پرمبنی جیتی جاگتی مثال اور رپورٹ۔

جبکہ پاکستانی قوم کی حالت اس کے برعکس ہے ہماری کوشش ہوتی ہے کہ جب کسی رکشہ والے کے ساتھ سفر کرتے ہیں تو منزل کی طرف رواں دواں رہتے ہوئے ادھر اُدھر دھیان کرنا پڑتا ہے تاکہ رکشے والا صحیح سمت جا رہا ہو ورنہ دن دیہاڑے رکشہ والوں کی مدد سے سواری کو لوٹا جاتا ہے، کنٹین والا چائے میں نشہ آور گولیاں ملا کر لوٹتا ہے، ریلوے اسٹیشن کے قلی اغوا برائے تاوان کے کیس میں ملوث پائے گئے۔

ہمارے قومی اسمبلی کے رکن نور محمد خان لنڈ کو کسی مقدمے میں جیل بھیج دیا گیا اُس کی اولاد نے بمعہ اپنی لنڈ قوم کے اپنے ہی علاقے میں تین چار کلومیٹر

پٹڑی اُکھاڑ پھینکی اور لوگ کباڑ کے بھاؤ کباڑیوں سے نیلام کرتے رہے تاکہ ٹرین آئے مسافر لوگ مریں اور ہمارے باپ نور محمد خان لنڈ کو رہا کر دیا جائے۔

ہماری تحصیل تونسہ شریف میں چشمہ رائٹ بنک کینال کا ٹھیکہ جب ٹیکسر کمپنی کو دیا گیا ہماری بستی کے قریب جب کمپنی سیمنٹ، سریہ، بجری اور لوہا وغیرہ لے کر آئی تو صرف ہماری بستی کے لوگوں نے کروڑوں روپے کا سریہ چوری کر لیا، کمپنی کے چوکیدار وغیرہ بھی پاکستانی تھے اکثر اوقات چوکیداروں سے مل کر سریہ چوری ہوتا ورنہ چائے کیلئے جو دودھ چوکیدار کو دیا جاتا اُس میں نشہ آور گولیاں ملائی جاتیں تاکہ چوکیدار بے ہوش ہو جائے اور سریہ چوری کیا جا سکے۔

کمپنی کے ڈرم جو پلاسٹک کے ہوتے تقریباً اُن کی قیمت دوسو روپے تھی اور اُس ڈرم میں جو میٹریل محلول کی شکل میں ہوتا تھا وہ تقریباً چھ ہزار سے لے کر بیس ہزار تک کا تھا وہ بھی ہمارے پاکستانی لوگ ڈرم کے میٹریل کو زمین پر اُلٹ کر ضائع کر دیتے، یعنی بیس ہزار مالیت کی چیز کو زمین پر اُلٹ کر ضائع کر دیتے اور دوسو روپے کا ڈرم کاندھے پر رکھ کر گھر پہنچ جاتے، صبح سویرے فخر سے ایک دوسرے کو بتاتے کہ ہم نے رات کو فلاں فلاں چیز

چوری کی ہے۔

پاکستان کے کمینے تمن دار

☆ کھیتران ہمارے ضلع ڈیرہ غازیخان کا پہلا شمالی علاقہ کھیتران قبائل سے شروع ہوتا ہے، کھیتران خاندان میں اصل تمنداری جمانی خاندان وھوا والوں کی ہے بہر حال جہاں تمنداری، سرداری جاگیرداری اور وڈیرہ داری کا نام آئے گا ان ناموں کے ساتھ کوئی اچھائی کا لفظ نہیں آئے گا بلکہ ان ناموں کے ساتھ ڈکیتی، رہزنی، چوری وہ بھی سینہ زوری اور قتل وغیرہ کے نام آنا ضروری ہوتے ہیں ورنہ سرداروں، تمنداروں کی تعریف ادھوری رہ جاتی ہے۔

رب نواز خان، احمد نواز خان کھیتران سرداروں نے بلوچ ٹرانسپورٹ کمپنی بنائی تھی جو کہ اُس وقت کے وزیر ٹرانسپورٹ محمد خان لغاری، فاروق خان لغاری کے والد صاحب اور عطا محمد خان لغاری جعفر خان لغاری کے والد اُس وقت کمشنر تھے تمام تینوں سرداروں نے ملکر بلوچ ٹرانسپورٹ کمپنی بنا ڈالی جس پر آج کل انگلش میں BTC لکھا ہوا ہے۔

گورنمنٹ پاکستان نے ایک کمپنی متعارف کرائی تھی جس کا نام تھا پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کمپنی، پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کمپنی میں جتنے بھی ملازم بھرتی ہوئے تھے تمام کے تمام محمد خان لغاری وزیر ٹرانسپورٹ کے آرڈر سے بھرتی

ہوئے تھے جب BTC کی کسی موٹر بس کا پرزہ یعنی ایکسل راڈ، جمپر راڈ، رم، ٹائر یعنی کوئی بھی نٹ قابلہ خراب ہوتا تو شام کو پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کا نیا پرزہ نکال کر BTC کی بس موٹر میں لگا دیا جاتا اسی طرح پنجاب روڈ ٹرانسپورٹ کمپنی کو لغاری سرداروں اور کھیتران سرداروں نے ملکر تباہ و برباد کر دیا اور منصوبہ بندی سے ملک کو بھی تباہ و برباد کر رہے ہیں۔

اسی بلوچ ٹرانسپورٹ کمپنی میں بیس تا پچیس بدمعاش ہر وقت کھیتران سرداروں کے آرڈر کے منتظر ہوتے ہیں، اسی بلوچ ٹرانسپورٹ کمپنی کی وجہ سے لیہ میں جنرل ضیاالحق کے دور میں طالب علموں، ڈرائیوروں اور کنڈیکٹروں کے جھگڑے کے سلسلہ میں سٹوڈنٹس بچوں کی ٹانگوں پر ڈرائیوروں نے بسیں چڑھا دیں جو کہ آج تک وہی طالب علم ٹانگیں کٹوا کے معذوروں والی سائیکل پہ آپ کو نظر آئیں گے، اور ڈرائیور لوگوں کی طالب علموں نے آنکھیں نکال لیں تھیں جو کہ آج تک اندھے ہو کر بھیک مانگنے پر مجبور ہیں۔ بلوچ ٹرانسپورٹ کمپنی کے بدمعاشوں میں ایک نام نواب صادق مرحوم جو کہ تونسہ شریف کا رہائشی تھا اُس کا جھگڑا ٹرانسپورٹ کے ٹائم کا ہوا تلخ کلامی کے نتیجہ میں نواب صادق مرحوم نے نیازی نامی کنڈیکٹر جو کہ اسلم خان بچہ کا بھائی تھا موٹر بس ڈبہ نمبر 1392 کی

کنڈیکٹری کرتا تھا نواب صادق نے نیازی کے پیٹ میں چھرا گھونپ دیا جس کے نتیجے میں نیازی نے موقع پر دم توڑ دیا اور نواب صادق کو جیل جانا پڑا، ایک دن پیشی کیلئے ڈیرہ غازیخان بس سٹینڈ پر پہنچا تا کہ تونسہ شریف پیشی کیلئے پیش کیا جا سکے تو پولیس والوں کو کھیتران سرداروں کا حکم ملا کہ نواب صادق کو چھوڑ دیا جائے کیونکہ پاکستان کا کوئی ملازم گورنمنٹ کا ملازم نہیں ہوتا صرف تنخواہ گورنمنٹ سے لیتا ہے اور ملازمت سرداروں، نوابوں اور جاگیرداروں کی کرتا ہے اس لئے پولیس ملازم بھی کھیتران سرداروں کے ملازم تھے حکم عدولی کیسے کر سکتے تھے، لہذا نواب صادق کو چھوڑ دیا گیا تو سرداروں کی اپنی گاڑی موجود تھی کھیتران سرداروں کے ڈرائیور نے نواب صادق کو اُٹھا کر نواب جابر علی خان کے پاس بمقام گڑھ موڑ پہنچا دیا گیا، کچھ دن مہمان رہنے کے بعد نواب صادق ملک ریاض کنڈی کے پاس چلا گیا جہاں نواب صادق نے ساری زندگی ملک ریاض کنڈی کے زیر سایہ گزار دی، اور وہیں پہ ہی مالک حقیقی کو جا ملے۔ یاد رہے کہ ایمل کانسی ڈیرہ غازیخان سے گرفتار ہونے سے قبل ملک ریاض کنڈی سے ہی روانہ ہوا تھا۔

کھیتران سرداروں میں ایک نام عالم خان کا ہے جس نے ڈیرہ غازیخان میں سب سے پہلے افیون کا ٹھیکہ لیا تھا جس کی وجہ سے پورے ڈیرہ

غازیخان میں تمام نشے شراب سے لے کر چرس گانجا تک عالم خان کے زیر سایہ بیچے اور پیئے جاتے تھے، منشیات بیچنے کا ذمہ حاکم خان نیازی مرحوم کا ہوتا تھا۔
کھیتران قبائل میں ایک قبیلہ چھوٹا سا ایک خاندان عبدالسلام پٹھان کا بھی ہے جس کے والد قادر خان پٹھان مال مویشی اور بھیڑ بکریوں کی اُون خریدتے اور بیچتے تھے بلوچ اور پٹھان کا فرق یہیں سے شروع ہو جاتا ہے، قادر خان پٹھان کیونکہ پٹھان قبیلہ سے تھا اُس نے اپنے اور اپنے بچوں کیلیے حلال روزی کو ترجیح دی جو کہ انتہائی سخت جان اور محنت مشقت والا کاروبار ہے کیونکہ قادر خان پٹھان شاہ والی سے لے کر ڈیرہ اسماعیل خان تک مال مویشی خرید کرتے اور بیچتے تھے، ہزاروں میل پیدل سفر کر کے اُون وغیرہ خریدتے اور بیچتے تھے جب کہ عالم خان کھیتران سردار نواب کے بیٹے ہیں نواب سردار ہونے کی وجہ سے اور پھر بلوچ ہونے کی وجہ سے ڈیرہ غازیخان کو نشے کی لت میں لت پت کرنے کا ٹھیکہ لیا تھا۔
الرحمان پٹرول پمپ تونسہ شریف کے مالک اعجاز خان بھی کھیتران سرداروں میں سے ہیں اُن کے بیٹے ضیااللہ نے ایک کمپنی کے آئل ٹینکر کی ڈکیتی کی اور کامیاب ہو کر اپنے پٹرول پمپ کے آئل ڈپو میں آئل ڈلوا

کر کہیں روڈ پہ کمپنی کے آئل ٹینکر کو چھوڑ دیا مگر کمپنی کی سم کی وجہ سے پکڑا گیا پرچہ درج ہوا پولیس سے مل ملا کر کے کمپنی والوں کو جرمانہ و معافی کی صورت میں پرچہ خارج کروا دیا گیا۔ یہ تو پہلے تمن کے تمنداروں کے چیدہ چیدہ حالات و واقعات ہیں ورنہ مفصل جرائم ان سرداروں کے بتائے جائیں تو ایک ایک سردار کے جرائم کی فائل اور دنیا کے تمام ممالک کے جرائم کی فائلیں بنائیں تو پاکستان کے ایک کمینے سردار کی فائل میں زیادہ جرائم ہوں گے ان کھیتران خاندانوں میں بیٹا ن لیگ کا ہے تو بھائی ق لیگ کا باپ پی پی کا ہے اور پوتا تحریک انصاف کا ہے۔

☆ **تمن قیصرانی** دوسرا بڑا تمن قیصرانی قبائل کا ہے جس کا سردار منظور خان قیصرانی ہوا کرتے تھے اُس سردار نے قتل تو بہت کروائے تھے لیکن ایک قتل اُن کے اپنے ہاتھوں سے ہوا تھا جو کہ ایک بیس بائیس سال کا خوبصورت نوجوان پٹھان تھا جو کہ سردار منظور خان کی اپنی ہی خدمت پہ مامور تھا اُس پٹھان لڑکے سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہوگی جس کی پاداش میں اُس پٹھان نوجوان کو قتل کر کے کنوئیں میں پھینک دیا گیا تھا، منظور خان قیصرانی پی پی کے ایم پی اے منتخب ہوئے تھے منظور خان کے مرنے کے بعد اُن کی سرداری سردار ظہور خان کو ملی جو کہ میٹھے اور مکھن سردار تھے اُن سے قوم کی کوئی خاطر خواہ خدمت نہ ہو سکی کیونکہ قوم کو مکھن لگا کر رفو چکر ہو جایا کرتے تھے، سردار ظہور خان بھنگ نوش فرماتے اسمبلی میں بھی نیند میں ہوتے ہاں البتہ میر بادشاہ نے اپنے والد ظہور خان کی موجودگی میں اپنے کرتا دھرتا ڈکیتوں کی وجہ سے سرداری کی کمان نوعمری میں سنبھال لی تھی جو کہ اکثر اوقات دن میں ڈکیتیاں کرتے اور رات کو انڈس ہائی وے پر پبلک ٹرانسپورٹ کو بھی لوٹ لیتے پھر سارا دن میر بادشاہ ڈکیتوں کے بادشاہ بن کر نشے میں دھت رہتے، چرس گانجا کثرت سے پیتے رہتے ہیں کبھی کبھار پوڈر بھی پی لیتے ہیں، میر بادشاہ نے ایک دفعہ گورنمنٹ کمپنی

OGDC پر قبضہ کر لیا تھا ڈھوڈک پلانٹ اور آئل فیلڈ کا قبضہ واگزار کرانے کا لاکھوں روپے گورنمنٹ دیتی ہے اور میر بادشاہ لاکھوں روپے لے کر بادشاہ بن جاتا ہے، اسلم روڑے والا جو کہ سرحد حکومت کو مطلوب ڈکیت تھا اور پنجاب حکومت کو بھی مطلوب تھا مگر میر بادشاہ کے پاس کئی سال مہمان رہا بلکہ گورنمنٹ کا مہمان رہا۔

میں نے پہلے بھی بتا دیا کہ میری اپنی تحقیق کے مطابق میر غوث بخش بزنجو اور میر گل خان نصیر مرحومین کے بغیر باقی تمام پاکستانی میر احمق ہیں لیکن میر بادشاہ میر بھی ہے اور بادشاہ بھی میر کے معنی احمق اور بادشاہ کے معنی بھی احمق کے ہیں یعنی میر صاحب احمقوں کے احمق ہیں، میر صاحب سے اپنے حلقے کا کام کچھ نہیں ہوتا لیکن بڑھکیں سلطان راہی والی مارتا رہتا ہے میر صاحب ایسے قاتل ہیں جو موقع پر پکڑے گئے معلوم نہیں در پردہ کتنے قتل کیے اور کرائے، چرس گانجا تو عام باتیں ہیں۔

پورے پاکستان میں یہی سردار نواب لوگ نشے پیتے، بیچتے اور پلاتے ہیں قوم کیلیے اتنے مخلص ہیں کہ تونسہ شریف سے درگ موسیٰ خیل ایک گھنٹے کا سفر ہے تونسہ شریف سے سرداروں نوابوں کے رکھیل، ڈاکو، چور موٹر سائیکل چوری کرتے ہوئے تونسہ تا موسیٰ خیل بلوچستان ایک گھنٹہ میں پہنچتے ہیں

لیکن تونسہ شریف سے ڈیرہ براستہ رکنی ،ورگ ،موسیٰ خیل سات گھنٹے سے لے کر ساڑے دس گھنٹے لگ جاتے ہیں کیونکہ تریسٹھ سال ہو گئے آج تک ان سردار لوگوں نے سڑک تعمیر نہ ہونے دی کیونکہ رات دن اس کچے روڈ اور پہاڑوں کے راستے چوری ڈکیتی، چرس افیون اور شراب کا کاروبار انہی نواب سردار لوگوں کا ہے تو یہ کیسے اپنی قوم کو روڈ بنوا کر دیں گے آج کل اس تمن کی کرائم برانچ یعنی چوروں ڈکیتوں کے کرتا دھرتا میر بادشاہ کے کزن سردار قیصر خان ہیں جو کہ شعبہ ہائے ڈکیتی اور رہزنی سنبھالے ہوئے ہے۔ویسے تو سردار لوگ کافر نہیں بلکہ مرتد ہیں قیصرانی تمندار سادات خاندان کے ازلی دشمن ہیں کیونکہ آٹھ محرم پاک سے لے کر دس محرم تک ایام غم میں انہی کی سرکردگی میں بمقام بروٹ مندوانی میں میلہ ہوتا ہے جہاں پر تمام پاکستان کے جواری سٹہ بازی کھیلنے آتے ہیں۔یاد رہے کہ منظور خان دادا پی پی کی ٹکٹ پر الیکشن لڑے تھے اور جیتے تھے بیٹا ظہور خان کسی دوسری جماعت کی ٹکٹ پر الیکشن لڑ کر جیتے تھے اور پوتا میر بادشاہ ن لیگ کی ٹکٹ پر الیکشن میں حصہ لے کر جیتے ہیں۔

☆ **تمن نوتک** تیسرا بڑا تمن قوم نوتک کا ہے جس کے اوپر انگریز دور میں بڑی مصیبتیں آئیں جس کی وجہ سے نوتک قوم تتر بتر ہونے کا شکار ہوئی یہ تمن بکھر کر چھوٹی چھوٹی قوموں میں بٹ کر بے وزن سا ہو گیا ہے۔
بستی منگل تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان جو کہ نصیب اللہ ملغانی کا قبیلہ رہتا ہے بستی منگل سے لے کر ہتکانی، منگوڈھہ، سوکڑ سے لے کر کول اڈا سنجر مشتاق احمد اور مختیار احمد دھتانی وغیرہ سے لے کر نور محمد خان ملغانی کے بیٹے غلام اکبر، غلام اصغر، غلام قاسم ملغانی جو کہ بمقام قُطبہ بزدار قبائل اور کھرڑ بزدار تک چھوٹی چھوٹی قوموں کی صورت میں آباد ہیں۔ اس نوتک قوم کا ہر فرد سردار ہے کوئی کسی کو سردار نہیں مانتا، منگوڈھہ میں اسدی سردار ہیں تو سوکڑ میں ملغانی سردار ہیں جو کہ ملغانی قوم کی باگ ڈور سردار محمد اکرم خان نے سنبھالی ہوئی ہے ملغانی قوم سب سے سخت قوم مانی جاتی ہے پوری بلوچ قوموں میں جرائم کے حوالے سے پہلے نمبر پہ آتی ہے بلڑائی جھگڑے میں بھی پورے ضلع میں اول نمبر ہے کیونکہ ملغانی قوم کے سرداروں نے اپنی اور اپنی قوم کی بقا کا نعرہ لگا کر لوگوں کو اُکسا کر ہر آئے دن پولیس کے خلاف یا کسی سول سرکاری افسر کے خلاف بھڑکا کر دنگا فساد کرواتے رہتے ہیں، سردار خود تو اپنا مطلب گورنمنٹ سے یا سیاسی حوالہ سے

کسی سیاسی شخصیت سے نکلواتے رہتے ہیں لیکن عوام جب فرداً فرداً کسی سرکاری دفاتر وغیرہ میں جاتے ہیں تو مسئلہ حل ہونے کی بجائے نفرت ہی نفرت ملتی ہے بلکہ کئی بار تو دھکے ہی کھانے پڑتے ہیں۔ملغانی قوم کے سردار اکرم خان ملغانی اپنی عمر کے ساٹھ سال گزار چکے ہیں سیاسی اکھاڑے تینوں بھائیوں کے الگ تیار ہوتے نظر آتے ہیں،یا پھر سیاسی طور پر ختم ہونے کے نزدیک ہیں تینوں بھائیوں کی اولادوں میں کوئی خاطر خواہ تعلیمی حوالے سے رزلٹ نہیں دیا ویسے تو سردار تقریباً ان پڑھ ہوتے ہیں لیکن ان سرداروں کو چھوٹا سا منی چوہدری سمجھ لیں ان کی اولادوں کو تعلیم حاصل کرنی چاہیے تھی اُن کی اولادوں نے والدین کا کوئی اچھا تعارف نہیں کروایا تمام کے تمام تعلیمی میدان میں بلوچ ہی بنے رہے، منگووٹھ بستی کے سردار مشتاق خان، الطاف خان اور حفیظ خان حکانی ہیں، الطاف خان اور ضیغم خان سے ملاقات ہوتی رہتی ہے یہ دونوں باپ بیٹے آسمانی مخلوق لگتے ہیں ان میں عقل وشعور نام کی کوئی چیز نہیں، الطاف خان اَسی 80 سال کی عمر میں ہیں روزانہ شیو کر کے مونچھوں اور بالوں میں خضاب لگا کر کاٹن اور کرنڈی کا سوٹ پہن کر تونسہ شریف کلمہ چوک پر ہر آدھا گھنٹہ چکر لگا کر یعنی چوک کا نظارہ کرنے کے شوقین لگتے ہیں، چوک کا نظارہ کرنے کے بعد

حمید ڈینٹل کی دکان پر بیٹھ جاتے ہیں کیونکہ زیادہ دیر چل نہیں سکتے گھٹنے جواب دے چکے ہیں اور پھر بوٹ بھی کھلاڑیوں والے پہنتے ہیں جنہیں جوگر کہا جاتا ہے جوگر پہن کر الطاف خان جوکر ہی لگتے ہیں، بلکہ جوکر ہی ہیں کیونکہ اسی 80 سال کی عمر میں کسی سے گفتگو کرتے ہیں تو سیکس پر بات کرتے ہیں ورنہ خاموش رہتے ہیں نوابوں کی طرح یہ تو باپ کی بات ہے تو بیٹے ضیغم کی کیا بات ہوگی یعنی بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ، الطاف خان کے واقعات تو بہت ہیں جو کہ لکھنے کے قابل نہیں کیونکہ یہ کتاب پڑھتے وقت مجھے لوگ گالیاں دیں گے کہ الطاف خان جیسے بزرگ کی تذلیل کی جارہی ہے۔ابھی ابھی الطاف خان کے اپنے بھتیجے اور داماد نے دو کنال زمین کیلئے الطاف خان کی لتریشن کردی تو اس میں کتاب لکھنے والے کا کیا قصور ہے۔

نوتک قوم میں حکانی پھر عنایتی جو کہ بستی مکول کے رہائشی ہیں جب عنایتی قبیلے کا احوال آتا ہے تو ایسے لگتا ہے جیسے یہ قوم بلوچ نہ ہو کیونکہ یہ زمیندار بہت بڑے ہیں زمیندار ہونے کے باوجود انتہائی شریف خاندان ہے لڑائی جھگڑے میں کبھی حصہ نہیں لیتے ایسے سمجھو کہ بلوچوں کی ضد ہیں جو کام بلوچ کرتے ہیں یہ نہیں کرتے۔

چھوٹے معین خان سے لے کر بڑے بزرگ اسد اللہ خان تک ہمارے لئے بلکہ معاشرے کے آئیڈیل اور پسندیدہ لوگوں میں سے ہیں، سعد اللہ خان تو ڈھولا اور بھولا اور اسد اللہ خان پٹھان پتر ہے، اس گھرانے سے میری اور میرے والدین کی ایسی یاداشتیں وابستہ ہیں کی ان لوگوں کا نام آتے ہی ہاتھ دعا کیلئے خود بخود اُٹھ جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ اس خاندان کو اپنی حفاظت اور امان میں رکھے (آمین ثم آمین)

جو کوئی اس کتاب کو پڑھے تو میرے پیارے چچا دین محمد عنایتی ،امین خان، حمید اللہ خان اور نصر اللہ خان کو ایک بار فاتحہ درود پاک ضرور ملک کر دیں مہربانی ہوگی۔

چچا دین محمد کچھ سیاسی حوالہ سے تھوڑا سا متنازعہ شاید رہے ہوں گے لیکن بیٹے الطاف خان ،خورشید خان اور ارشد خان جو کہ سب کے سب اچھے لوگ ہیں۔

☆ **تمن بزدار** چوتھا بڑا تمن بزدار کا ہے اُس کا چیف سردار فتح مند ہے دیکھنے میں بغلے مگر مچھلیوں کے ٹرخاؤ، دیکھنے میں معصوم بغلے کی صورت لئے شریف آدمی نظر آتے ہیں مگر دراصل اندر سے کالے اور مگرمچھ ہیں جتنا زمین سے باہر اُس کا قد ہے اتنا ہی اندر سے دوگنا زمین میں ہے، تمام تمنداروں میں سب سے فنڈز کھانے والا سردار بلکہ امریکہ کی ایڈ سب سے زیادہ سردار فتح مند نے کھائی، بڑا بیٹا عثمان خان بزدار ہے نام تو صحابیوں جیسا ہے مگر کام یذید والے کرتا ہے، جمیل جعفر جو کہ ڈاکو تھا دراصل اُن کا جھگڑا اور بدی اپنے رشتے داروں کے ساتھ تھی وہاں سے قتل کر کے جب بھاگتے ہوئے کسی سردار کے پاس پناہ لیتے تو پناہ دینے والے سردار پناہ دینے کی شرط پر جمیل جعفر سے ڈکیتیاں کرواتے ان پناہ دینے والے سرداروں میں ایک نام عثمان خان بزدار کا بھی ہے، جمیل جعفر گروپ پنجاب سے وارداتیں کرتے ہوئے براستہ عثمان خان بزدار بلوچستان چلے جاتے اگر ڈکیتی موٹی ہوتی تو عثمان بزدار پانچ فیصد لیتا اگر موٹر سائیکل وغیرہ کی چوری ہوتی تو چائے پانی کا خرچہ لے کر گزارہ کر لیتے جمیل جعفر گروپ اور عثمان بزدار کی کسی واردات کی رقم پر معمولی تو تکار ہوئی تھی اس تلخ کلامی کے بعد جمیل جعفر گروپ نے بمقام شادن لنڈ سے ایک لڑکا اغوا کیا تو اس اغوا کی

رقم کا حصہ عثمان بزدار نے کچھ زیادہ ہی مانگا، انکار کی صورت میں جمیل جعفر گروپ کو راستہ نہ دیا تو جمیل جعفر واپس ہوتا ہوا درہ سنگھڑ براستہ گلکی اندر پہاڑ قیصرانی قبائل سے گزرنے لگا جو کہ اغوا ہونے والے لڑکے کی وجہ سے قیصرانیوں سے جھگڑا ہوا تو عثمان بزدار کے آدمی جمیل جعفر کا پیچھا کر رہے تھے تا کہ بزدار قبائل کی طرف واپس راستہ اختیار نہ کر لے، قیصرانیوں کے جھگڑا سے پہلے بزدار قبائل کے ایک آدمی ممتاز خان دفعدار نے روٹی کھلائی جس کے اندر نشہ آور گولیاں ملا کر دیں تا کہ اُن کا دماغ صحیح کام نہ کر سکے ، کیونکہ نشہ کا عادی جمیل گروپ پہلے سے ہی تھا اور نشہ بھی کیا ہوا تھا لیکن جب نشہ آور گولیاں سالن میں ملا کر دی گئیں تو جمیل جعفر گروپ کا دماغ کام نہ کر سکا ورنہ وہ لڑکے کو چھوڑ کر قیصرانی قبائل سے باخیریت اپنے گھر کا راستہ مانگ لیتے ،یاد رہے نشہ آور گولیاں دینے والا ممتاز خان دفعدار عثمان بزدار کا نوکر تھا۔

قیصرانیوں کے ساتھ جھگڑا کی صورت میں جب گولیوں کا تبادلہ قیصرانی قبائل اور جمیل جعفر گروپ کے درمیان ہوا تو پیچھے سے بزدار قبائل کے آدمیوں میں سے ایک آدمی جو کہ عثمان خان بزدار کا نوکر تھا جمیل جعفر کو گولی ماردی جس کے نتیجہ میں جمیل جعفر گروپ زخمی ہونے کے ساتھ ساتھ کمزور

اور لاچار ہو گیا تھا اور اسی طرح جمیل جعفر کو موت کی نیند سلا دیا گیا، اور بعد میں پولیس کو اطلاع دی گئی اور گرفتاری یعنی جعفر گروپ کو گرفتار کر کے ڈیرہ غازیخان جیل پہنچا دیا گیا۔

جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ دنوں کے بعد جمیل جعفر کے بھائیوں نے تین بے گناہ جن میں دو بزدار تیسرا املغانی قوم کا فرد حبیب اللہ تھا (انا اللہ وانا الیہ راجعون) جو کہ بزدار تمن سے ہو کر جب جعفر کے علاقے ڈبل ڈور پر سوار سواریاں پہنچیں تو ڈالہ ڈرائیور کی ملی بھگت سے ان تینوں کو شہید کر دیا گیا ان تینوں کا بدلہ لینے کیلئے بزدار قوم نے تین بے گناہ جعفر جس میں ہیڈ ماسٹر گل محمد خان جعفر بھی شامل تھے شہید کر دیئے گئے اسی طرح سینکڑوں قتل عثمان خان بزدار کے کھاتہ میں آتے ہیں۔ یہ ایک عثمان خان بزدار ہے اسی طرح پورے ملک میں جتنے جاگیردار ہیں تمام کے تمام عثمان بزدار ہیں چند عرصہ پہلے یونین کونسل بارتھی کے الیکشن کے موقع پر سردار فتح مند کے حکم پر آٹھ قتل ہوئے تھے بلوچ قوم میں سردار کو تحفظ دیتے ہوئے جو قانون جرگہ کا ہے اُسی جرگہ قانون کے مطابق ستر لاکھ برائے تاوان فتح مند بزدار پر جرمانہ عائد ہوا جس کا فیصلہ کسی پیر وغیرہ نے کیا کیونکہ پیر بھی سردار سے زیادہ ظالم اور سرداروں کا بھائی ہوتا ہے۔ پوری بلوچ قوم خصوصاً بزدار قوم نے جرمانہ

کی رقم اکٹھی کر کے مقتولین کے ورثاء کو دی گئی باقی رقم جو کہ بیس لاکھ بنتی ہے وہ سردار فتح مند کو منافع میں پڑی یہ فیصلہ سردار کے قتل کرنے کا ہے ورنہ کوئی عام آدمی قتل کرے تو اس کا مقدمہ سول کورٹ میں جاتا ہے جس طرح تمن بزدار میں ایک شخص عبدالرحمان ولد حاجی اللہ بخش بزدار قتل کے مقدمہ میں سزائے موت کا انتظار کر رہا ہے۔

آج تک کسی سردار کا مقدمہ کسی تھانے یا کسی عدالت میں درج یا دائر نہیں ہوا اگر ہوا ہے تو سردار کے اوپر کسی سردار نے درج کروایا ہے وہ بھی صرف لوگوں کو دکھانے کیلئے کئی ماہ تک مقدمہ ردی کی ٹوکری میں پڑا رہا پھر اچانک راضی نامہ ہو گیا، سردار لوگوں نے ایک دوسرے کو گلے لگایا دونوں سردار گلے ملتے ہوئے قہقہے لگاتے ہوئے عوام کو بیوقوف بناتے ہوئے الیکشن لڑنے کیلئے پھر ایک دوسرے کے مخالف کھڑے ہو گئے اسی طرح پورے پاکستان کے عوام کی عزت نفس کو مجروح کرتے رہے۔

یاد رہے تونسہ شریف سے براستہ بارتھی تخی گا ہنڑوں، راڑہ شم بلوچستان بھی ایک گھنٹہ کا سفر ہے قوم بلوچ کو بے غیرت بنانے کیلئے یہ روڈ نہیں بن سکتا کیونکہ اگر روڈ بنتا ہے تو عوام خوشحال ہو کر تمام سہولیات سے مستفید ہو گی۔ اگر عوام کے مسائل حل ہوں گے تو سردار تو اب لوگ خسارے میں

رہیں گے کیونکہ گھڑسواری یا پیدل جرائم کا محفوظ راستہ ہے، جو کہ سردار لوگ رات دن اسی راستہ سے جرائم کرواتے رہتے ہیں اور کرواتے رہیں گے اور عوام برباد ہوتی رہے گی۔

دادا دوست مند پی پی کے MPA تھے فتح مندق لیگ کے MPA ہیں۔

☆ **تمن لنڈ** پانچواں بڑا تمن لنڈ ہے اس تمن کے چیف اتنے ہیں کہ ڈیرہ غازیخان میں اتنے تمن نہیں جن میں جاوید خان، اسماعیل خان مرحوم کے بیٹے سے لے کر حبیب اللہ خان اور نواز خان وغیرہ ہیں، ان سرداروں کے پاس بھی دوسرے تمنداروں کی طرح اپنے اپنے بدمعاش ہوتے ہیں سردار نواز خان اور حبیب اللہ خان لنڈ کے ذمے ڈکیتی ورہزنی اور قتل وغیرہ ہیں، چھوٹی چھوٹی چوریاں کرنے کیلئے اُن کے پاس چھوٹی قوم جنجالی کہلاتی ہے جن کے پاس ٹریکٹر ٹرالی بھی ہوتی ہے، سینکڑوں میل بجلی کی تاریں چوری کر کے لے جاتے ہیں، چوری کرنے کے ماہر ہیں اور واپڈا ملازمین بھی اس چوری میں شامل ہوتے ہیں کیونکہ بجلی بند ہو گی تو تاریں چوری ہوں گی۔ قتل اور ڈکیتی کیلئے لنڈ تمن کی ایک قوم سیہانی ہے، احمد خان اور جلب خان سیہانی دونوں بھائی تھے دونوں بھائیوں کا جھگڑا ہوا ایک بھائی قتل ہوا دوسرے بھائی کو بھتیجوں نے قتل کر دیا اس طرح آج تک یہ سیہانی قبیلہ ایک دوسرے کو قتل کرتے آ رہے ہیں یہ بات نوٹ کرنے کے قابل ہے اور ورلڈ ریکارڈ میں لکھی جانی چاہئے کہ جلب خان بھائی احمد خان سیہانی کے قبیلے کا کوئی فرد خصوصاً مرد اپنی موت نہیں مرا تمام کے تمام قتل ہوتے آ رہے ہیں، اگر قتل ہوگا تو حلالی اپنے باپ کی اولاد کہلائے گا ورنہ حرامی ہی

کہلائے گا، اس لئے اگر کوئی سیہانی قبیلے کا مرد بڑھاپے میں ہوگا تو وہ بھی قتل ہوگا ورنہ حرامی کہلائے گا، کوئی بھی طبعی موت نہیں مرتا بلکہ قتل ہی ہوتے آئے ہیں۔ اس سیہانی قبیلے سے رب نواز عرف ربی غلام رسول عرف رسولا کالو اور صابری سیہانی وغیرہ ہیں کچھ زندہ ہیں کچھ قتل ہو گئے ہیں اب اُن کا دشمن گروپ جو کہ چچا زاد، ماموں زاد بہنوئی اور سالے سسر، داماد ہیں تمام کے تمام قریب ترین رشتہ دار ہیں جو کہ صادق سیہانی گروپ کہلاتا ہے، قریبی رشتہ دار اس لئے ہیں کہ یہ سیہانی قبیلہ قاتل اور مقتول ہونے کے باوجود رشتہ ایک دوسرے کو ہی دیں گے۔ باہر کسی قوم قبیلہ سے رشتہ داری نہیں کرتے اور عدالت میں بھی فیصلہ راضی نامہ کے ذریعے کروا کر پھر ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں جو گروپ قتل کر کے فرار ہوئے گا یا جیل جائے گا، اُن کے بیوی بچوں کا خرچہ وہی کرے گا جو گھر میں گروپ موجود ہوگا چاہے وہ قاتل کا ہو یا مقتول کا کیونکہ قریبی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے گھر کی دیکھ بھال وہی کرے گا جو گروپ طاقتور ہوگا، یہ تمام کے تمام لنڈ سرداروں کے بدمعاش ہیں جس کی طرف یہ سردار لوگ اشارہ کرتے ہیں صبح کو وہ قتل ہو جاتا ہے، شادن لنڈ میں ایک شخص جس کا نام نہیں لینا چاہتا کیونکہ شہزاد حمید خان کی پرزور سفارش پر اُس نام کو خفیہ رکھ رہا ہوں کیونکہ شہزاد حمید جو کہ

محمد نواز ملغانی کا نواسہ ہے رشتہ کے حوالے سے میرا بھی نواسہ ہوا کیوں کہ فطری عمل ہے کہ نانا نانی کو نواسے ہی پیارے ہوتے ہیں خیر وہ شخص جس کا نام نہیں لے رہا جو کہ چرس افیون کے علاوہ بہت کچھ سپلائی کرتا ہے اُس کے اوپر بھی سرداروں اور مختلف آفیسران کا ہاتھ ہوتا ہے، ڈیرہ غازیخان انڈس ہائی وے بس سٹاپ ڈڈو موڑ پر سرِ عام پوڈر بیچنے کی منڈی ہے جس میں سرداروں اور پولیس آفیسران کا بھتہ شامل ہوتا ہے، اس کام سے بڑھ کر اور کیا کمین پنڑاں کر سکتے ہیں، یہ سردار پی پی، ق، ن تمام پارٹیوں میں شامل ہیں۔

☆ **تمن کھوسہ** چھٹا بڑا تمن کھوسہ ہے ذوالفقار خان کھوسہ کے والد محترم کو سرداری تمنداری کی وجہ سے اپنے بھائی عطا مند اور نصیر مند نے قتل کر دیا تھا، ذوالفقار خان کھوسہ چھوٹا سا شیر خوار بچہ تھا جب لغاری خاندان میں پناہ لی تھی جن کی پرورش کا خرچہ اُس وقت کے حکمران انگریز کے ذمہ ہوتا تھا جو سردار سرداری، تمنداری اور ڈالروں کی خاطر اپنے بڑے بھائی کو قتل کر دیں تو وہ پاکستان کی غریب عوام اور بھوکے انسانوں کو کیا نوالہ دیں گے یا پھر قتل کریں گے؟

میرا تجربہ ہے کہ یہ سردار لوگ نوالہ چھیننے والے ہیں نہ کہ دینے والے اس وقت نام کے چیف کھوسہ ذوالفقار خان ہیں، مگر یہاں کھوسہ سرداروں کی باگ ڈور سردار انعام اللہ وغیرہ کے ہاتھ میں ہے۔ پورے پاکستان میں تمام بلوچ قوموں میں کھوسہ بلوچ جرائم میں پہلے نمبر پر آتے ہیں اور تمام بلوچ قوموں میں کھوسہ قوم سب سے زیادہ نفرت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے کیونکہ مشکل سے مشکل کام اور کوئی مطلب کسی سے نکالنا ہو تو کھوسہ قوم اپنا مطلب نکال کر رہے گی، چاہے کھوسہ قوم کو کچھ بھی کرنا پڑے وہ مطلب کی خاطر کرے گی، ذوالفقار خان کھوسہ ذوالفقار علی بھٹو کی پی پی پی میں سر گرم لیڈر تھے اور پارٹی کی باگ ڈور ڈیرہ غازیخان کی حد تک ذوالفقار

خان کھوسہ کے ہاتھ میں تھی جب جنرل ضیاء الحق پاکستانی قوم کے امیرالمومنین بنے تو سب سے پہلے ذوالفقار خان کھوسہ نے پی پی پی سے لاتعلقی کا اعلان کیا، جنرل ضیاء الحق کی بنائی ہوئی مسلم لیگ جو کہ ضیاالحق کے سیاسی بیٹے نواز شریف کی مسلم لیگ (ن) تھی کھوسہ صاحب آج تک (ن) لیگ ہی میں ہیں۔ کھوسہ صاحب ہر دور میں وزیر رہ چکے ہیں تعلیم کے ساتھ دور کا بھی رشتہ نہیں لیکن وزیر تعلیم بھی رہ چکے ہیں۔ اُس وزیر تعلیم کے دور میں سردار ذوالفقار خان کے بڑے بیٹے سیف الدین خان نے زنا خوری کے ریکارڈ قائم کئے تھے۔ ڈیرہ غازیخان میں اکثر ٹیچرس کی عزتیں پامال کر چکے ہیں کئی دفعہ شکایات بھی ہوئیں مگر آفیسران بھی بے غیرت اُنہی سرداروں کے دلال ہوتے ہیں۔ دوسرا بیٹا دوست مند خان جو کہ عارضی طور پر وزیر اعلیٰ بنے تھے جسے یہ معلوم نہیں کہ گدھا گاڑی کیسے چلائی جاتی ہے، پوری قوم کے منہ پر کالک مل کر پنجاب کا وزیر اعلیٰ بنا دیا گیا۔

پنجاب کے وزیر اعلیٰ دوست مند خان شراب پی کر لڑکیوں کے ساتھ چھیڑ خوانی میں مصروف تھے کہ لاہور کے چند نوجوان لڑکوں نے جو کہ لاہور کے کسی روڈ پر موٹر سائیکل ریس میں حصہ لے رہے تھے اُن نوجوان لڑکوں نے سردار دوست مند خان کی لاتوں، گھونسوں اور ہاکیوں سے خوب خاطر

تواضع کی، یہ دونوں بیٹے سیف الدین اور دوست مند MPA اور MNA ہوتے ہیں آجکل اونچی سیاست میں ہیں اس لئے لاہور اسلام آباد میں ڈیرے ڈالے ہوئے ہیں۔ ایک بیٹا جو بقول ذوالفقار خان، حسام الدین خان میرا کملا پتر ہے وہی کملا پتر پورے ڈیرہ غازیخان کو کمان کر رہا ہے آرڈر چلا رہا ہے اور راج کر رہا ہے اُسی کملے پتر نے ڈیرہ غازیخان کے تمام اداروں اور DCO وغیرہ تک کو کنٹرول کیا ہوا ہے۔ دوسرا بڑا گروپ سردار انعام اللہ خان کا ہے جس کا بھائی محسن عطا، عرفان اللہ، حیدر خان ہے باقی جو بھائی ہیں وہ آرمی کے ریٹائرڈ کرنل ہیں ان سرداروں کے ایک بھائی حیدر خان نے کسی بات پر اپنے ہی بیوی بچوں پر گولی چلادی جس کے نتیجہ میں کچھ زخمی اور کچھ قتل ہو گئے جب میڈیا والوں کی رپورٹس وغیرہ منظر عام پر آئیں تو سردار ذوالفقار خان کھوسہ نے سب سے زیادہ جذباتی انداز میں پریس والوں کو برا بھلا کہا اور گھر کا مسئلہ بتا کر خاموش کرادیا پورے ملک کا قانون صرف اور صرف ان سرداروں اور نوابوں کے تحفظ کیلئے بنایا گیا ہے، سردار انعام اللہ کا سالا قتل ہوا قتل کرنے والوں نے اپنے تحفظ کیلئے اپنے آپ کو تھانے میں پیش کر کے چالان کروا دیا تاکہ جیل میں محفوظ رہ سکیں لیکن جب مقدمہ عدالت میں سماعت ہو رہا تھا

تو دوران سماعت جج کے سامنے وکلاء کے سامنے پوری عدلیہ DCO آفس وغیرہ تمام کے تمام دفاتر کے ملازمین کے سامنے سردار انعام اللہ خان نے قاتلوں کو گولیوں سے بھون ڈالا قتل کرنے کے بعد سردار انعام اللہ خان اپنی جیپ میں بیٹھ کر ایسے جا رہے تھے جیسے ڈیرہ غازیخان میں ولیمہ کھانے آئے تھے اور ولیمہ کھا کر واپس جا رہے ہیں۔

تھانے میں انعام اللہ خان کی بجائے کسی نوکر کو پیش کر کے پرچہ درج کروا دیا اور عدالت میں بھی سردار انعام اللہ خان نوکر ہی مجرم و ملزم ٹھہرا اور بعد میں عدالت سے مک مکا کر کے اُسے بھی چھڑوا لیا کیونکہ قانون، عدلیہ سرداروں کے گھر کی نوکرانی، باندی اور رکھیل ہے، سردار انعام اللہ خان کے پاس ہر وقت بیس پچیس آدمی مسلح ہوتے ہیں جو کہ رات دن چوری ڈکیتی رہزنی اور زنا خوری کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں، پہلے پہلے نوجوانی میں بدمعاش بننے کا شوق انسان کو کہاں سے کہاں تک لے جاتا ہے، ان ڈکیتوں میں ایک نام عزیز جروار کا بھی ہے۔

میں اُس عزیز جروار کو جانتا تھا جو سیدھا سادا دوستوں کے ساتھ مخلص ڈھولے ماہیے گانے والا الہڑ سا نوجوان اٹھارہ اُنیس سال کا لڑکا تھا سمجھ نہیں آتی کیسے سرداروں نوابوں کے چنگل میں چوری ڈکیتی اور قتل جیسے جرائم میں

پھنس گیا پہلے پہل تو انعام اللہ نے اُن سے جرائم کروائے اُس کے بعد جب معاملہ پولیس کے قتل اور آپس کی بدی کا ہوا تو ملک ریاض گنڈی سے لے کر نواب جابر علی خان تک سردار سیف الدین خان سے لے کر خواجہ مظہر جمال تک تمام نے عزیز جروار کے نام کو استعمال کر کے اپنی سرداری اور نوابی کا خوب رنگ جمایا کسی نے عزیز جروار کیلئے کوئی صلح کا پیغام لے کر پولیس ملازمین کے والدین تک راضی نامہ کیلئے کوشش نہ کی اور نہ عزیز جروار کی اپنی بدی جو کہ اپنی قوم میں تھی کوئی فیصلہ کرانے کی کوشش نہ کی گئی۔ یہ تمام سردار لوگ پولیس آفیسران کے ساتھ آپس میں بھتہ کی رقم بانٹتے ہیں اور چوری ڈکیتی کرواتے ہیں عزیز جروار جس ضلع میں ہوتا ہے وہاں کا SP ایک لاکھ ماہوار عزیز جروار سے لیتا ہے ورنہ عزیز جروار اُس ضلع میں نہیں رہ سکتا عزیز جروار اب بڑھاپے کو پہنچ چکا ہے ڈکیتی اور چوری سے توبہ کر لی ہے، صوبہ سرحد میں دریا کے کنارے مچھلیاں پکڑتا ہے اور مچھلیوں کو بیچ کر جو رقم اکٹھی کرتا ہے وہ ماہانہ SP یعنی سپرنٹنڈنٹ پولیس کو دے دیتا ہے تا کہ سکون کی زندگی گزار سکے، جب SP اور سردار نواب چور ڈکیت اور قاتل ہوں تو اس میں عزیز جروار کا کیا قصور ہے، جب SP اور سردار نواب لوگ ایک لاکھ روپیہ مانگیں گے تو عزیز جروار کہاں سے لائے گا فیصلہ عوام کے ہاتھ میں

ہے۔

آج اُسی انعام اللہ کا بیٹا اُسی عزیز جروار کے کھاتے میں دو دو قتل جو کہ سیمنٹ فیکٹری کے قریب کسی کی اپنی بدی میں ہوئے تھے ڈالنا چاہتا ہے مقتولین کے ورثا کہتے ہیں کہ ہمارے قتل ہماری اپنی بدی میں ہوئے مگر رزم خان ولد انعام اللہ خان عزیز جروار کے کھاتے میں ڈالنا چاہتا ہے تاکہ عزیز جروار ماہانہ بھتہ دیتا رہے، عزیز جروار سے پہلے فیض محمد شاہانی کھوسہ سرداروں کے خاص ڈکیت اور قاتلوں میں ہوا کرتا تھا چھ سات قتل کروانے کے بعد فیض شاہانی کو سیمنٹ فیکٹری کا ملازم رکھ لیا مگر عزیز جروار بڑھاپے کو پہنچ چکا ہے اُس کو اب تک سردار لوگ چین سے نہیں رہنے دیتے، یہ تو ایک عزیز جروار کی کہانی ہے خبر نہیں کہ کتنے عزیز جروار ہیں جن کو سرداروں اور نوابوں نے استعمال کر کے اُنہیں قتل بھی کروا دیا۔ کھوسہ سردار کا بھی ایک فرد پی پی پی کا ہے دوسرا ن لیگ کا ہے تیسرا ق لیگ کا ہے تمام کے تمام الیکشن لڑتے ہیں اور باری باری جیتتے ہیں۔

☆ **سخی سرور کے کمینے خلیفے** ترتیب کے حوالے سے ڈیرہ غازیخان کے جنوب مغربی علاقہ میں ایک لغاری قوم ہے جو کہ نہ تمن ہے نہ بلوچ لیکن اس کا ذکر کرنا ضروری ہے یہ لوگ سخی سرور کے خلیفے ہیں ان میں ایک نام منصور لغاری کا آتا ہے جو کہ ہماری تحصیل تونسہ کے حلقہ میں نیشنل اسمبلی کا الیکشن لڑنے آیا تھا اُنہوں نے ڈیرہ غازیخان سے لے کر تحصیل تونسہ شریف تک بجلی کی تاریں جو کہ ڈرم کی صورت میں تھیں بجلی کے کھمبے بجلی کے ٹرانسفارمر جو کہ پچیس K V سے لے کر 200KV کے تھے ایسے پھینکے یعنی بستی بستی گاؤں گاؤں بجلی کا سامان ایسے پھینکا گیا جیسے سگریٹ کا ٹوٹا۔

بجلی کے اُس سامان کی قیمت اربوں ڈالر تھی جب منصور لغاری الیکشن ہار کر واپس اپنے وطن دبئی چلا گیا آج تک نہ واپس آیا نہ بجلی کے سامان کی کوئی واپسی کرائی، واپڈا ملازم اپنے آفیسران کے حکم کی وجہ سے پاگلوں کی طرح جا بجا بجلی کا سامان ڈھونڈ نے میں لگے ہوئے تھے جو کہ ملنا مشکل تھا کیونکہ منی چوہدریوں نے بجلی کا سامان کباڑ میں کوڑیوں کے بھاؤ بیچ دیا تھا اور پانچ سال تک منی چوہدریوں کی گاڑیوں کا ڈیزل ہوتا رہا اس ملک پاکستان کے منی چوہدری واپڈا کے اربوں ڈالر کا سامان کوڑیوں کے بھاؤ بیچ کر اپنی

گاڑیوں کا ڈیزل لیتے رہے تو بڑا جاگیردار ملک پاکستان کے ساتھ کیا سلوک کرسکتا ہے اس کا فیصلہ عوام خود کرلے۔اِس سردار کے بعد مسعود لغاری ہے اُس مسعود لغاری نے گورنمنٹ سے پچاس ٹربائنیں اپنے اور اپنے نوکروں کے نام جو کہ فرضی تھے واٹر ٹربائن الاٹ کروائیں مجھے بھی ایک ٹربائن ضرورت تھی جب دفتر پہنچا تو ملازم جیسے میرے انتظار میں تھے درخواست دینے کے بعد معلوم ہوا ایک آدمی جو جیل میں ہے اُس کے نام کی ٹربائن کرامت حسین کو دیتے ہیں لیکن مسعود لغاری صاحب سے پوچھ لیں ،کیونکہ پچاس کی پچاس ٹربائن پوری کی پوری اُنہیں کے ناموں کی ہیں جب چوٹی زیریں مسعود خان کے پاس پہنچے تو نوکر نے کہا کہ نماز کے بعد تسبیح پڑھ رہے ہیں جو کہ جھوٹ تھا کیونکہ عبادات سے سردار لوگوں کا دور کا بھی واسطہ نہیں،ٹربائن کی سرکاری قیمت پچانوے ہزار تھی 20% کاشتکار دے اور 80% گورنمنٹ ادا کرے گی جب مسعود لغاری باہر تشریف لائے تو SDO جو کہ لیہ کا رہائشی تھا اور دوسرا ملازم تاجو خان بغلانی تھا مسعود خان کو ٹربائن کے بارے میں کہا گیا تو مسعود لغاری نے حکم دیا کہ پنتالیس ہزار مجھے دے دیں اور ٹربائن کرامت حسین کو دے دیں جب واپس ڈیرہ غازیخان دفتر پہنچے تو میں نے ٹربائن لینے سے انکار کردیا SDO سمیت

تمام عملہ میری منت سماجت کرنے لگا کہ آپ یہ ٹربائن لے لیں کیونکہ اسی ٹربائن سے کچھ مٹھائی کی رقم جسے رشوت کہا جاتا ہے بچ رہی ہے کیونکہ باقی ٹربائن تو سردار مسعود خان کے کھاتے میں جاتی ہیں ہمارے بچوں کی روزی روٹی کا سوال ہے آپ مہربانی کر کے ٹربائن لے لیں لیکن میں نے دفتر سے نکلتے وقت پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا ایک ہفتہ کے بعد معلوم ہوا کہ میری درخواست پر ٹربائن الاٹ کر کے ٹربائن بیچ کر ملازم لوگ کھا گئے اور پنتالیس ہزار مسعود خان لغاری نے لے لیا۔ تیسرا سردار مقصود خان لغاری ہے جو کہ ضلع ڈیرہ غازیخان کے ناظم بھی رہ چکے ہیں جتنی بڑی داڑھی رکھی ہوئی ہے اندر سے کہیں زیادہ گند بھرا ہوا ہے چہرہ سے ولی اللہ لگتا ہے مگر خدا تعالٰی کا ازلی دشمن ہے کیونکہ تمام سرداروں کا شجرہ نسب آخر تک لے جائیں تو شیطان سے جا ملتا ہے، ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال ڈیرہ غازیخان میں ارتھوسرجن کی سیٹ ایک تھی درخواست گزار سائل دو تھے ایک کوٹ ادو کا رہائشی غلام قادر تھا دوسرا سید حبیب اللہ شاہ صاحب جو کہ ڈیرہ غازیخان کا رہائشی تھا مگر سیکریٹری ہیلتھ نے آرڈر غلام قادر کے کر دیئے سید حبیب اللہ شاہ صاحب نے ہائی کورٹ میں رٹ دائر کر دی جس کی رو سے ہائی کورٹ نے محکمہ ہیلتھ کو میرٹ کا لحاظ رکھتے ہوئے آرڈر کرنے کا حکم صادر فرمایا سید

حبیب اللہ شاہ صاحب نے اپنے آرڈر بطور ارتھوسرجن کوشش شروع کردی
ایک دن معلوم ہوا کہ ناظم صاحب سے بات کی جائے ناظم صاحب مقصود
لغاری سے بات ہوئی یعنی مٹھائی کی رقم کی بات ہوئی تو ناظم صاحب نے
سید حبیب اللہ شاہ سے فرمایا کہ آپ کتنی مٹھائی دے سکتے ہیں تو شاہ صاحب
نے عرض کی کہ بادشاہ سلامت میں ایک لاکھ روپیہ دے سکتا ہوں بادشاہ
سلامت یعنی مقصود لغاری نے فرمایا ڈیڑھ لاکھ روپیہ تو میں نے غلام قادر
سے لیا تھا آخر کار دو لاکھ روپے مقصود لغاری ناظم ڈیرہ غازیخان کے حصے
میں آئے باقی EDO، DCO ہیلتھ اور سیکریٹری ہیلتھ تک کتنا روپیہ خرچ
ہوا ہوگا جب ایک غریب پاکستانی بارہ سال ایف ایس سی کرتا ہے اور وہ بھی
سخت محنت کر کے اُس کے بعد کہیں جا کر میڈیکل کالج میں داخلہ ملتا ہے
پانچ سال MBBS میں لگتے ہیں ایک سال ہاؤس جاب کا ہوتا ہے
FCPS پارٹ I دینے کے بعد چار سال کی مدت بھی پوری کرنی پڑتی ہے
یہ معلوم نہیں کہ پارٹ II تک کتنے سال لگتے ہیں تقریباً بیس سے لے کر
تیس سال تک ایک غریب پاکستانی لگاتار سخت محنت کر کے پڑھتا ہے وہی
پڑھا لکھا FCPS جب ایک ان پڑھ بددیانت نالائق نااہل اور بے غیرت
سردار جاگیردار کی منت سماجت اور ترلے کرتا پھرے اور لاکھوں روپے کا

انتظام بھی کرے تب کہیں جا کر وہ ملازم بنے تو اُس ڈاکٹر یا انجینئر سے آپ ایمانداری کی کیا توقع کر سکتے ہیں جب تمام پڑھے لکھے لوگوں کو بددیانت بنا دیا جائے تو اُس ملک کو ایک لکھاری کیا بچا سکتا ہے جس ملک کے پڑھے لکھے ہی بددیانت ہو جائیں تو اُس ملک کا اللہ ہی حافظ ہے۔

اس قوم کا چوتھا سردار جعفر لغاری ہے جس نے مُردہ لوگوں کی زمینوں کی جمع بندی تیار کروا کر زرعی پاس بکیں بنوا کر زرعی بنک سے پینتیس کروڑ روپیہ نکلوا کر کھا گئے، زرعی بنک چوٹی زیریں کے قرضے کی واپسی کا وقت آیا تو ریکوری نہ ہونے کی صورت میں مقدمہ نیب تک جا پہنچا جس کی وجہ سے زرعی بنک کے ملازم وہ بھی چھوٹے ملازم قید میں بند جیل کی سلاخوں کے پیچھے ہیں اور پینتیس کروڑ کھانے والا جعفر لغاری اب بھی پورے ملک پاکستان کو کھا رہا ہے لغاری قوم کا پانچواں سردار فاروق خان لغاری ہے اُس کے والد صاحب اور چچا عطا مند خان ریٹائرڈ کمشنر کا احوال پچھلے تمن میں کھیتران تمن کے ساتھ میں نے لکھ دیا ہے اب سردار فاروق خان کا احوال لکھنا باقی ہے ویسے تو تمام سردار وراثتی طور پر پاکستان کے تمام اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے ہیں صدر، وزیر اعظم اور آرمی جرنیل تک یہی سردار، جاگیردار قابض رہے ہیں فاروق خان لغاری بھی پاکستان کے تمام اعلیٰ

عہدوں پر قابض رہے ہیں، ہمارے ملک پاکستان کی یہی بڑی بدبختی ہے کہ ایک ہی ٹولہ قابض رہا ہے اور وہی ٹولہ ہی ملک کو لوٹتا رہا اور لوٹتا رہے گا، فاروق خان لغاری کی ایک چشم دید سچی کہانی ذوالفقار علی ملغانی جو کہ پولیس کے محکمہ کو خیرباد کہہ چکے ہیں اُنہی کی زبانی میں آپ تک پہنچا رہا ہوں فاروق خان لغاری صدر پاکستان ہوتے ہوئے اعوان صدر میں رہنے کی بجائے گھر یعنی چوٹی زیریں ڈیرہ غازیخان میں رہائش پذیر رہے کیونکہ مدت صدارت کا زیادہ تر وقت چوٹی زیریں میں گزارا کرتے تھے جب صدر صاحب اسلام آباد سے گھر روانہ ہوئے تو ذوالفقار ملغانی کی ڈیوٹی صدر صاحب کی سپیشل گارڈ میں تھی جب صدر صاحب یعنی فاروق لغاری کی گاڑی چوٹی زیریں کے قریب پہنچی وہاں چوٹی زیریں کے نزدیک روڈ کی سطح بہت اونچی اور کھیت کھلیان جو تقریباً غیر آباد ہوتے ہیں کی سطح بہت نیچے چلی جاتی ہے تو جب فاروق لغاری کی گاڑی نیچے کھیت کھلیان میں چلی گئی تو تمام پولیس والے اور سیکورٹی والے پریشان ہوئے اور اپنی گاڑیوں کو صدر صاحب کی گاڑی کے پیچھے نیچے کھیت کھلیان میں جانے دیا کیونکہ وہاں بہت بڑی گہری کھائی تھی جب وہاں حالات دیکھے تو صدر صاحب ایک گدھا والے کو تھپڑ رسید کر رہے ہیں تھپڑ مارنے والی صورحال کچھ مزید

پریشان کن تھی خیر وہاں سے چوٹی زیریں صدر صاحب اپنے گھر چلے گئے اور ہم ملازم لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ صدر صاحب گدھا والے کو کیوں مار رہے تھے اور گدھا والے سے کیا غلطی سرزد ہوئی ہے، صدر صاحب کے ڈرائیور نے کہا کہ گدھا والا جو کہ مٹی ڈھو رہا تھا وہ زمین ملکیت صدر فاروق لغاری کی ہے آپ خود اندازہ لگائیں کہ صدر پاکستان فاروق لغاری ایک مٹی ڈھونے والے کو تھپڑ مار رہے ہیں تو پوری قوم کے منہ میں نوالہ کی بجائے یہ بے غیرت سردار جاگیردار ٹھینگا ہی غریب عوام کو دے گا جس ملک کا صدر اتنا کمینہ ہو تو اُس ملک کی تقدیر پہ رونا آتا ہے بلکہ ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔

صدر فاروق لغاری کے بیٹے نے گائے کو اس لئے گولی ماردی تھی کہ گائے صدر فاروق لغاری کے کھیت میں چلی گئی تھی گائے تو مرگئی لیکن گائے کے مالکان نے فیصلہ کیا کہ صدر صاحب کے بیٹے کو گولی کے ذریعے ہی قتل کریں گے صدر صاحب ایوان صدر کو چھوڑ کر ملکی و غیر ملکی کام کاج چھوڑ کر گائے کا فیصلہ کرانے کیلئے گائے مالکان کے پاؤں پڑتا ہوا معافی مانگتا رہا تا کہ صدر صاحب کے بیٹے کی جان بخشی ہو سکے، گائے جس برادری کی تھی وہ صدر صاحب سے برادری میں زور تھے اور صدر صاحب لاچار تھے ورنہ صدر

صاحب گائے والوں کو تباہ و برباد کردیتے کیونکہ یہ سردار نواب لوگ اتنے کمینے ہیں کہ اپنی بیٹی اور ماں سے بھی جھوٹ بول کر اپنا مطلب نکالتے رہتے ہیں تو ملک پاکستان کو یہ لوگ کچا چبا جائیں گے اور یہی کر رہے ہیں ۔فاروق لغاری کے مرنے کے بعد جو سیٹ خالی ہوئی اُس الیکشن میں فاروق خان لغاری کے بیٹے اویس خان لغاری، حافظ عبدالکریم ن لیگ کی طرف سے اور غلام شبیر لغاری پی پی کی طرف سے الیکشن لڑ رہے ہیں ۔سردار ذوالفقار خان کھوسہ جو کہ ن لیگ کے ہیں لغاری سرداروں کی اس لئے سپورٹ کر رہے ہیں کہ کہیں متوسط طبقے کا حافظ عبدالکریم اسمبلی میں نہ آ جائے۔

☆ **تمن گورچانی** ساتواں بڑا تمن گورچانی ہے ڈی آئی جی پولیس اختر خان گورچانی اُن کا بیٹا MPA بھی ہے ایک بیٹا نعمان اختر حسن جو کہ پرائیویٹ کمپنی میں ملازم ہے اُس کی انجینئرنگ کی ڈگری باقی سرداروں کی طرح جعلی ہے۔ڈی آئی جی پولیس اختر حسن وغیرہ کے گھر اور بنگلے پاکستان کے ہر بڑے شہر میں ہیں ایک بنگلہ ملتان میں صرف چالیس لاکھ کا خریدا ڈی آئی جی صاحب کے گیراج میں آٹھ آٹھ گاڑیاں ہر وقت موجود رہتی ہیں اور استعمال کرتے وقت اپنی اپنے بیٹے اور بھائیوں کی پرائیویٹ گاڑیوں میں تیل،ڈیزل وغیرہ سرکاری گاڑیوں کا استعمال ہوتا ہے ،دوسرے سرداروں کی طرح گورچانی سردار بھی شراب ،شباب اور کباب وغیرہ کے بڑے شوقین ہیں ،نعمان حسن خان گورچانی نے تو آج کل اس کام میں اپنے بڑے بڑوں کو بھی مات دے رکھی ہے نعمان حسن خان کو یہ بھی کمال حاصل ہے کہ اُس کے ساتھ جتنا بھی کنجوس آدمی ہوگا اُس کنجوس آدمی سے خرچ کروائے گا کیونکہ وراثتی طور پر سرداروں کو یہ بات سکھائی اور پڑھائی جاتی ہے کہ دوسروں کی جیب کاٹو اور خود روپیہ خرچ نہ کرو ۔

سردار پرویز اختر خان گورچانی کا نام صحافیوں کی کرائم برانچ میں پہلے نمبر پہ

آتا ہے BMP یعنی بارڈر ملٹری پولیس جوکہ انگریز نے اپنے تحفظ کیلئے بنائی تھی جوکہ صرف اور صرف پاکستان کے سردار نواب لوگوں کی بھرتیاں ہوتی تھیں اور ہوتی ہیں، پرویز اختر خان گورچانی بھی کسی بارڈر ملٹری پولیس کا رسالدار ہے اور پولیٹیکل ایجنٹ کے عارضی انچارج بھی ہیں جوکہ DCO کے برابر کی پوسٹ ہے، گورنمنٹ کے اہم عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود پرویز خان گورچانی دنیا کے سب سے خطرناک ڈاکو اور قاتل بھی ہیں۔

مریدا توکانی جیسے سفاک قاتل اور ڈکیٹ ہر وقت سردار پرویز خان کی چوکھٹ پر ہاتھ باندھے حاضر ہوتے ہیں، ڈیرہ غازیخان میں DSP کا پوتا گھر سے اغوا ہوا تھا اغوا ہونے والے بچے کا نام عثمان تھا DSP ڈیرہ کے درمیان مزاکرات کار یعنی سفیر کے طور پر پرویز خان گورچانی تھے پرویز خان گورچانی نے ہی بچہ بازیاب کرایا اُس بچے کو اغوا کرنے والے بھی پرویز خان گورچانی کے آدمی تھے اور رقم برائے تاوان بھی پرویز خان نے لی تھی۔

پرویز خان کے بیٹے اور باڈی گارڈ فورٹ منرو میں عیاشی کرنے کیلئے گئے ہوئے تھے لڑکیاں وغیرہ بھی ساتھ لے گئے تھے شراب میں دھت غل غپاڑہ

کرتے ہوئے کسی کے ساتھ جھگڑا کرتے ہوئے پرویز خان کے بیٹوں نے گولی چلادی ایک انسان کو کتے کی موت ماردیا گیا، بیٹوں کو جیل بھجوادیا خود پرویز خان نے فیصلہ کیلئے دباؤ ڈالا، لغاری سردار فیصلہ سنانے والے ٹھہرے جوکہ پرویز خان کے بھائی تھے نہ کہ مقتول کے۔ لغاری سرداروں نے ایک کروڑ روپے کا جرمانہ پرویز خان پہ صادر فرمایا، ایک کروڑ کا سوال لے کر پرویز خان نے اپنی قوم گورچانی سے التجا کی گورچانی اور پھر بلوچ قوم کی غیرت کو جگاتے ہوئے ایک کروڑ روپیہ اکٹھا ہونے لگا کیونکہ بلوچ قوم کی پگڑی کا سوال آڑے آجاتا ہے چند ہفتوں میں کئی کروڑ اکٹھے کر لئے ،مقتول کے وارثوں کو رقم ملی یا نہیں لیکن اکثر ایسا ہوتا ہے کہ فیصلہ کرنے والے سردار اور جرمانہ کی رقم اکٹھی کرنے والے سردار رقم کھا جاتے ہیں سردار لوگ کو عوام کی غیرت کو ایسے للکارتے ہیں کہ غریب عوام اپنے سردار کی پگڑی بچانے کیلئے مرغی سے لے کر بھیڑ بکری تک اور گائے بیل سے لے کر اونٹ تک سب سردار کے قدموں میں ڈال دیتے ہیں، پرویز خان نے جرمانہ بھی ادا کر دیا اور منافع بھی خوب کمایا جو کہ کروڑوں میں ہے ایسے ملک کی بدبختی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی جس ملک کا ذمہ دار افسر وہ بھی DCO کے اختیار جیسا بھی ہو اور رسالدار بھی ہو ڈکیٹ اور قاتل بھی ہو تو اس ملک

پاکستان کو کوئی ہے مائی کا لعل جو کہ آ کر بچا لے۔

☆ **تمن دریشک** آٹھواں بڑا تمن دریشک قوم کا ہے۔ایک سردار کا نام الٰہی بخش خان دریشک تھا جو کہ AC تونسہ شریف بھی رہ چکے ہیں اُس وقت عدالتیں بھی AC چلایا کرتے تھے یعنی جج کے فرائض بھی اسسٹنٹ کمشنر ادا کرتے تھے الٰہی بخش خان کا دوسرا نام نندر علی پکارا جاتا تھا کیونکہ عدالت میں مقدمہ سنتے وقت الٰہی بخش خان بیٹھے بیٹھے نیند کی حالت میں خراٹے شروع کر دیتے۔ایک دفعہ مقدمہ زیر سماعت تھا وکیل وکلاء بحث وغیرہ کر رہے تھے اور عدالت سو رہی تھی یعنی جج صاحب خراٹے مار رہے تھے۔ہماری پاکستانی قوم کیسے برباد نہ ہو کہ ہمارے جج صاحبان کمرہ عدالت میں بیٹھے سو رہے ہیں اور وکیل وکلاء انتظار میں ہیں کہ عدالت فیصلہ کیا کرتی ہے کہ اچانک جج صاحب نے حکم دیا بحث شروع کی جائے وکیل وکلاء نے عرض کی کہ بحث مکمل ہو گئی کیونکہ عدالت اُس وقت سو رہی تھی۔

دوسرا سردار کرم الٰہی تھا جو کہ اتنا ظالم تھا اُس کا نام قہر الٰہی پکارا جاتا تھا اُن سرداروں کی اولادیں اپنے آباؤ اجداد سے کئی ہاتھ آگے نکل گئیں سردار نصر اللہ خان دریشک سخت جرائم پیشہ اور منافق ذہن رکھنے والا سردار مانا جاتا ہے، جب ذوالفقار علی بھٹو کو گرفتار کیا گیا تو سب سے پہلے پیپلز پارٹی سے لا

تعلق کا اعلان کرنے والے سرداروں میں ایک نام سردار نصراللہ خان دریشک کا بھی ہے۔
آج سے کئی عرصہ پہلے ڈکیتوں کا ایک گروپ جو کہ بوسن گینگ کے نام سے مشہور تھا جن کا بانی اور کرتا دھرتا خود نصراللہ خان دریشک ہے عوام خود اندازہ لگائے کہ بوسن گینگ نے کتنے قتل اور وڈ کیتیاں کیں اور اغوا برائے تاوان کے کتنے جرائم کیئے سب کے سب نصراللہ خان دریشک کے کھاتہ میں پڑتے ہیں، ان سردار لوگوں کا پیٹ گورنمنٹ کی دی ہوئی سکیموں کی رقم سے نہیں بھرتا قتل اور ڈکیتیاں کر کے بھی نہیں بھرتا، ان پاکستانی سرداروں کا پیٹ پھاڑ کر دیکھا جائے کہ اندر ایسی کونسی بلا بیٹھی جو پورے کا پورا ملک پاکستان کھا گئے مگر پیٹ پھر بھی نہیں بھرا۔

☆ **تمن مزاری** نواں بڑا تمن مزاری قوم کا ہے،ان کا سردار میر بلخ شیر مزاری ہے بلوچ قوموں میں سب سے شریف سردار میر بلخ شیر مزاری ہیں ایک حقیقی واقعہ بیان کرتا چلوں بہت پرانا وقعہ ہے لوگوں کو یہ واقعہ بھول گیا ہوگا میں یہ واقعہ تازہ کرتا چلوں۔

میر بلخ شیر مزاری کے مقابلہ میں غلام قادر وائنس الیکشن لڑے تھے دوران ورکری غلام قادر وائنس کی زبان کاٹ دی گئی کیونکہ غلام قادر وائنس نے میر صاحب کے مقابلہ میں الیکشن لڑنے کی سنگین گستاخی کی تھی یہ تو شریف سردار کی جیتی جاگتی حقیقی مثال ہے۔خبر نہیں کہ کمینہ سردار اس سے بڑھ کر کتنا کمینہ ہوگا،مزاری قبائل اور بگٹی قبائل صدیوں سے ایک دوسرے کے خلاف جنگ کرتے چلے آرہے ہیں ہزاروں کی تعداد میں غریب لوگ قتل ہو چکے ہیں بچے یتیم ہو چکے ہیں ہزاروں عورتیں بیوہ ہو چکی ہیں لڑانے والے سرداروں کی بیٹیاں ایک دوسرے کی بہو بیٹیاں ہیں اور بیٹے ایک دوسرے کے داماد ہیں اُنہی مزاری اور بگٹی سرداروں نے بھولے بھالے اور سادہ لوح انسانوں کو آپس میں لڑا کر ایک کھیل تماشا سا رچا رکھا ہے۔یہ ڈیرہ غازیخان کی غربی پٹی ہے جو ملحقہ بلوچستان بارڈر کے نوابوں سرداروں جسے نو خداؤں کی سرزمین کہا جاتا ہے اُن نوابوں سرداروں کا یہ مختصر سا کمین

پونڑاں تھاان تمام سرداروں نوابوں میں ڈھونڈنے سے بھی ایک حلالی نہیں ملے گا بلکہ حرامی اور کمینے ہی ملیں گے۔

☆ خواجگان تونسہ شریف

ہماری تحصیل تونسہ شریف شہر میں قدیمی قومیں جو آباد تھیں وہ قریشی جو ملاں کہلاتے ہیں بھٹہ، منجوٹھہ اور بعد میں بچے پٹھان آ کر آباد ہوئے جو کہ تونسہ شریف کے زمیندار لوگوں میں سے تھے لیکن جب سے ایک اللہ کا فقیر خواجہ سلیمان تین کپڑوں میں ملبوس لوگوں کے ڈھور ڈنگر بھیڑ بکریاں اور مویشی مزدوری میں چراتے ہوئے تونسہ شریف میں آ کر آباد ہوئے جن کی وجہ سے تونسہ، تونسہ شریف ہوا لیکن افسوس کہ اس پیر فقیر کی اولاد محترم یعنی موجودہ خواجگان معتبر لوگ یعنی ناجائز معزز لوگ سکونتی پہلے درگ ضلع موسیٰ خیل بلوچستان کے تھے قومیت جعفر پٹھان ہے لیکن عادات و خصائل پٹھانوں کی ضد ہیں پٹھانوں والی ایک خصوصیت بھی ان خواجگان میں نہیں ہے یہ پیر فقیر اللہ کے فقیر ہونے کی بجائے چوروں ڈکیتوں راہزنوں اور قاتلوں کی پیری اور فقیری کرتے ہیں بغیر ایک چند خواجگان کے۔

خواجگان میں غیر سرکاری کرائم برانچ کے کرتا دھرتا آج کل خواجہ مظہر جمال صاحب ہیں ان کے پاس بدمعاشوں میں گل محمد ٹیکنڑ سے لے کر موجہ تجانہ تک صادق سیہانی سے لے کر مختیار دھتانی تک ہر وقت موجود رہتے ہیں تونسہ شریف میں ڈکیتی اور رہزنی کیلئے مخبری کا کام لشاری یعنی جت

خاندان کرتا ہے کبھی کبھار ٹیڈی ڈینٹر نامی شخص کو بھی استعمال کرتے ہیں جیسے اکرام جنرل سٹور والے کے گھر میں دن دیہاڑے ڈکیتی کی گئی لاکھوں روپے کی نقدی اور زیورات لوٹ کر تونسہ شریف میں ہی گم ہو گئے، عورتوں کی بے پردگی کی تو کوئی بات ہی نہیں کیونکہ یہ عورتیں عام غریب لوگوں کی عورتیں ہیں ،خواجگان کی عورتوں کیلئے یعنی پردہ کیلئے سفر کی صورت میں گاڑی کے شیشوں پر مٹی تک مل دی جاتی ہے اور ڈرائیور کے پیچھے پردے کا انتظام بھی ہوتا ہے،لیکن لوگوں کے گھروں میں دن دیہاڑے ڈکیتیاں کرواتے ہوئے لوگوں کی عزتوں کو روندتے ہوئے اور پامال کرتے ہوئے ان خواجگان کو کسی قسم کی شرم وحیا نہیں آتی ،تونسہ شریف کے قدیمی سکونتی جتنے زمیندار تھے اُن تمام کی زمینیں ان پیر فقیر لوگوں نے ایسے ہتھیالیں کہ جیسے مداری اپنا کرتب دکھا کر کسی کو پرکھنے ہی نہیں دیتا۔

پوڈر یعنی ہیروئن کا کاروبار پنی کھوکھر نامی شخص سے کرواتے ہیں اور چرس افیون کا کاروبار سادات برادری سے کرواتے ہیں جس میں پولیس کے چھوٹے ملازم سے زیادہ پولیس آفیسران بھتہ وصول کرتے ہیں کیونکہ کئی بار پولیس ملازم کو ان لوگوں نے پکڑ کر گھر میں قید کر لیا اور پھر چھڑانے کیلئے پولیس آفیسران باقاعدہ ڈیرہ غازیخان سے آتے ہیں اور پولیس ملازم کو

معطل بھی کر کے مقدمہ بھی دائر کر دیتے ہیں پولس آفیسر اگر ایسا نہ کریں تو بھتہ وصولی برباد ہو جائے گی،اور پولیس آفیسران بھوکے مر جائیں گے۔ اکثر اوقات پولیس آفیسران اور بڑے لوگ مل کر جرائم کرواتے ہیں جیسے تونسہ شریف میں پنجاب بنک ڈکیتی وغیرہ۔

خواجہ عبدالمطلب پوڈر یعنی ہیروئن سمیت گرفتار ہوئے ملزم سے مجرم ثابت ہوئے کیونکہ خواجہ صاحب بہت عرصے سے منشیات فروشی کا کام کر رہے تھے اور وہ بھی تھوک کے حساب سے۔ عدالت نے سزا سنائی، سزا مکمل کر کے رہا ہوئے اور مبارکبادی وصول کر رہے ہیں۔

خواجہ داؤد صاحب نے چند سال پہلے یونین ناظم ملک اللہ بخش ڈونہ کو اغوا کرایا تھا اور اغوا برائے تاوان کی رقم بھی وصول کی تھی جو کہ لاکھوں میں تھی اللہ بخش ڈونہ کا قصور یہ تھا کہ اُس نے امجد فاروق خان کھوسہ کو ووٹ دیئے تھے اللہ بخش ڈونہ مرتا کیا نہ کرتا، امجد خان کو ووٹ نہ دیتا تو وہ بھی اغوا کرا لیتا۔

ایکسپرس نیوز چینل میں پروگرام "کل تک" میں جاوید چوہدری اکثر پروگرام میں کہا کرتے ہیں اسمبلیوں میں آئے ہوئے لوگوں کو عوام نے ووٹ دیئے ہیں اور عوام کے ووٹ سے ہی یہ لوگ اسمبلیوں میں آئے ہیں چوہدری صاحب اگر طنزیہ بات کر رہے ہیں پھر تو ٹھیک ہے ورنہ جب سے پاکستان علیحدہ ہوا ہے

اُسی وقت سے جو لوگ اسمبلیوں میں ہیں امریکہ کی مرضی سے اور جرنیلوں کی مرضی سے اسمبلیوں میں آئے ہیں وگرنہ جو ووٹ ہوتے ہیں تو وہ بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ کس طرح گورنمنٹ ملازمین یعنی تمام سرکاری عملے کو یرغمال بنا کر اپنے کمینے پن سے ووٹ کاسٹ کرواتے ہیں

بلوچ اور پٹھان میں فرق

پٹھان کی صفت۔پٹھان آدم ہے،آدم نبی تھا بلوچ ابلیس ہے اور ابلیس کو سب جانتے ہیں وہ شیطان ہے اس لئے پٹھان اور بلوچ میں آدم اور ابلیس کا فرق ہے۔

پٹھان خانہ بدوش ہوتے ہوئے بھی پانی کے نزدیک پڑاؤ لگائے گا سبزہ اور گھاس وغیرہ کے پاس بیٹھے گا جو کہ پٹھان کو اپنی اور اپنے مویشیوں کیلئے پانی گھاس وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے پٹھان کو بھیک مانگتے ہوئے کبھی نہیں دیکھو گے کسی پٹھان نے پٹھان کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھ لیا تو بھیک مانگنے والے پٹھان کو مار مار کر اُس کی حالت خراب کردیں گے میری پچاس سال کی عمر ہے میں نے زندگی میں پٹھان قوم کو لڑتے جھگڑتے ہوئے ایک دفعہ دیکھا تھا اگر پٹھان جھگڑا کرے گا تو قتل کرے گا اور بدی چل پڑے گی جو کہ صدیوں تک چلی جاتی ہے،وہ بھی راضی نامے کی ہر کوشش ناکام ہوگئی تو، کیونکہ راضی نامہ کی سرتوڑ کوشش کی جاتی ہے پٹھان قتل کر کے وہاں سے پورا قبیلہ قتل کرنے والا کہیں دور چلا جائے گا مقتول کے وارث قبیلہ کے لوگ قاتل قبیلہ کو ڈھونڈیں گے اور پھر قتل کریں گے،مقتول کے وارث ہمیشہ گھر میں ہی رہیں گے۔قاتل قبیلہ بزدلی کی وجہ سے گھر نہیں چھوڑتا بلکہ ندامت

شرمساری اور وہاں کے لوگوں کی نفرت سے اور اپنی پشیمانی کی وجہ سے گھر چھوڑتا ہے میں نے ضلع پشین میں پندرہ سال گزارے ۔پشین ،چمن، گلستان، قلعہ عبداللہ، توبہ کاکڑی، اچک زئی، فراغی، برشور سے لے کر خانوزئی تک بوستان، زیارت، کچلاک بلیلی سے ہوتے ہوئے افغان بارڈر تک جتنا پشین ضلع ہے تمام پاکستان سے ایک آئیڈیل اور پیارا ضلع ہے بہت اچھے بلکہ انتہائی اچھے لوگ ہیں، بہت بڑا پیارا معاشرہ ہے خاص کر پٹھان علاقوں میں سب سے زیادہ اچھا اور بہترین معاشرہ ہے۔میرا سب سے زیادہ وقت سید آغا کی کلی یعنی بستی حرمزئی میں گزرا، میزئی اڈا سے لے کر پشین، شنگری، شکرزئی، کربلا پیدل سفر کرتے تھے رات کو دو بجے تک بھی اکیلا سفر کیا ایسا پرامن اور پرسکون ماحول ہوا کرتا تھا۔حُرمزئی سے ایک موٹر بس جو کہ اپالو نمبر 11 کے نام سے مشہور تھی حُرمزئی سے پیر علیزئی قلعہ عبداللہ، میزئی اڈا، سید حمید پاڑا، یارو سے پشین، پشین سے کوئٹہ اور شام کو کوئٹہ پشین براستہ بند خوشدل خان، منزکی، منزری، گانگل زئی سے حرمزئی واپس ہوتی تھی۔

حرمزئی مڈل سکول بستی سے جنوب کی طرف ہوتا تھا نزدیک ہی عبدالولی خان کا گھر ہوتا تھا جو کہ میرا ہم جماعت تھا روٹی، سالن ساتھ میں لسی وغیرہ

عبدالولی خان اور عبدالصمد خان کے گھر سے آتی تھی، اُس وقت کے ہیڈ ماسٹر ایم ممتاز اختر ہوا کرتے تھے ہمارے ماسٹر صاحبان میں سے سب سے اچھے نیک نیت اور حلال روزی کمانے والے ماسٹر صاحب SST عبدالحمید صاحب ہوا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اُس کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل کرے (آمین ثم آمین)۔

میرے دوسرے ماسٹر صاحبان میں ہارون صاحب، محمد رفیق صاحب اور مولوی صاحب ہوا کرتے تھے، ہم جماعت دوستوں میں عبدالولی، فدا محمد، عبدالصمد اور عبدالودود وغیرہ تھے جو مجھے آج شدت سے یاد آتے ہیں۔

کلی بالا خانزئی میں بھی اچھا خاصا وقت گزرا محمد بشیر صاحب مرحوم ہیڈ ماسٹر ہوا کرتے تھے ہائی سکول پشین میں بھی پڑھتا رہا رحمت اللہ خان کے زیر سایہ مگر تھوڑا عرصہ پندرہ سال کے عرصہ میں ضلع پشین میں مجھے یاد نہیں کہ میں نے کبھی ٹرانسپورٹ کا کرایہ دیا ہو بلکہ جتنے بھی ملازم خاص کر ماسٹر صاحبان وغیرہ تھے اُنہوں نے کبھی ٹرانسپورٹ کا کرایہ نہیں دیا تھا کیونکہ ضلع پشین کے لوگ کرایہ لیتے ہی نہیں تھے پرائمری سکول ٹیچر کے کپڑے دھو کر استری کر کے اور جوتی پالش کر کے پٹھان لوگوں کے گھر سے آتے تھے، اس ثبوت سے زیادہ کوئی اچھے معاشرے اور ضلع پشین کے لوگوں کی اچھائی

بیان کرنے کیلئے دنیا کے کسی کونے میں ایسی زندہ اور حقیقی مثال موجود نہیں ہے، ضلع پشین کے پٹھان لوگ ماسٹر صاحبان کی خدمت اس لئے کرتے تھے کہ اُن پٹھان لوگوں کو تعلیم کی شان سے واقفیت تھی اپنے بچوں کو پڑھانے کیلئے جتنی خدمات ماسٹر صاحبان کی کر سکتے تھے وہ کرتے تھے۔ مڈل سکول تک کے عملے یعنی ماسٹروں کی روٹی سالن ملک صاحب کے گھر سے تیار ہو کر آتا تھا ہائی سکول تک کے ماسٹروں کی روٹی ملک صاحب کے گھر سے تیار ہو کر آتی تھی سالن خود ماسٹر صاحبان تیار کرتے تھے۔ عملہ زیادہ ہونے کی وجہ سے سالن وہ خود تیار نہیں کرتے تھے بلکہ اُن ماسٹر صاحبان کی پسند اور ناپسند کی وجہ سے ماسٹر صاحبان خود سالن تیار کرتے تھے۔

چاہے کسی سکول میں عورت ٹیچرس ہی کیوں نہ ہوتی ان عورت ٹیچرس وغیرہ کو روٹی پکانے کا حکم نہیں ہوتا تھا کیونکہ پکی پکائی اور تیار شدہ روٹی سالن سمیت اُن ٹیچروں کے گھر پہنچ جاتی تھی ہمارے ڈی.جی خان کے علاقہ کے جتنے بھی ملازم وہاں ضلع پشین میں ہیں یہاں سے بسترے وغیرہ لے جاتے تھے وہاں جا کر معلوم ہوا کہ بسترے تک بھی پٹھان لوگ مہیا کرتے ہیں ۔ چار پائی رضائی برتن وغیرہ تمام سامانِ استعمال پٹھان لوگوں کا ہی ہوتا تھا

ـ

ہمارے علاقے ڈیرہ غازیخان کی دو ٹیچرس کے نئے نئے آرڈر کلی ملکیار کے ہوئے وہ ٹیچرس اپنے مرد ورثا کو ساتھ لے کر جب گاؤں ملکیار پہنچے تو پہلا کام رہائش کا بندوبست کرنا تھا گاؤں کا ایک آدمی ٹیچرس کو اپنے گھر بٹھا کر ٹیچرس کے ورثا کو ملک صاحب کے پاس لے گیا اور مکان کے بارے میں ملک صاحب کو عرض کیا گیا تو ملک صاحب نے حکم دیا کہ گاؤں کے تمام گھر جو کہ پندرہ تا بیس گھر ہوں گے ٹیچرس وغیرہ کو دکھائیں تو ٹیچرس کو تمام گھر دکھائے گئے ایک گھر پسند آیا تو ملک صاحب کو رپورٹ دی گئی پھر ملک صاحب نے حکم دیا جو گھر ٹیچرس کو پسند آیا گھر والے وہ گھر چھوڑ دیں اور تمام اشیاء ضرورت وہیں پڑی رہیں جتنا عرصہ اُن ٹیچرس نے سروس کی اُسی گھر میں ہی بغیر اجرت کے رہتی رہیں اور روٹی بھی پی پکائی پٹھان لوگوں کے گھروں سے آتی تھی۔

ایک دوسرا واقعہ بیان کرتا چلوں ایک پرائمری سکول زنانہ کلی دوبندی افغان بارڈر پہ تھا وہاں افغانستان کے بچے بچیاں اور پاکستانی بچے بچیاں پڑھتی تھیں، وہاں بھی ہمارے ڈیرہ غازیخان کے علاقے کی ٹیچرس کی تقرریاں ہوئی تھیں وہاں پٹھان قوم اچکزئی کے دو قبیلے محمد زئی اور غیبزئی کی آپس میں

بدی چل رہی تھی اُس وقت طالبان بھی روس کے خلاف برسرِپیکار تھے ہر طرف گولیاں ہی چل رہی تھیں تو وہاں طالبان سمیت تمام پٹھان قبیلوں کا جرگہ ہوا اُس جرگہ میں متفقہ طور پر فیصلہ ہوا کہ دوبندی گاؤں کی طرف گولیوں کی آواز نہیں جانی چاہیئے، کیونکہ ہمارے بچے بچیوں کو تعلیم دینے کیلئے مسافر ٹیچرس آئی ہوئی ہیں اگر گاؤں کی طرف گولیاں چلیں اور گولیوں کی آوازیں مسافر ٹیچرس کے کانوں تک پہنچیں تو ٹیچرس واپس نہیں آئیں گی ہمارے بچے بچیاں تعلیم حاصل نہیں کرسکیں گی۔ اُس فیصلے کا نتیجہ یہ نکلا کہ جتنا عرصہ میں وہاں رہا تو گولیوں کی آواز دوبندی کلی تک نہیں آئی اب معلوم نہیں کیا صورت حال ہے افغان بارڈر پہ یہ گاؤں تھا اور آج تک ہے اور باقاعدہ سے سکول چل رہا ہے بلکہ اب ہائی سکول چل رہا ہے 1966 سے لے کر 1981 تک پورے ضلع پشین کے کسی تھانے میں یا لیویز کے پاس کوئی مقدمہ چوری کا نہ آیا اور نہ درج ہوا وہاں کے پٹھان لوگوں کی امن پسند ہونے کی دلیل اور اچھے معاشرے کی پہچان کی تصدیق ان تمام واقعات سے ہوجاتی ہے۔

ہمارے ماسٹر صاحبان جو کہ بیوی بچوں سمیت پٹھانوں کے علاقے میں رہائش پذیر ہیں پچاس سال سے کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آیا جس سے ماسٹر

صاحبان کے بیوی بچوں یا ماسٹر صاحبان کیلئے کوئی شرمندگی یا ملامت کا باعث بنتا بلکہ ماسٹر صاحبان کو کوئی مجبوری ہوتی جس کے تحت اگر بیوی بچوں کو چھوڑ کر وطن آنا پڑتا ہے تو اُنہیں فخر ہوتا ہے کہ اُن کے بیوی بچے حفاظت اور امان میں ہیں وہیں پہ چھوڑ کر آجاتے ہیں پٹھان علاقوں میں روڈ، ٹیلیفون، بجلی، سکول، پانی بلکہ تمام سہولیات موجود ہیں ورنہ وہ خود اپنی مدد آپ کے تحت تمام سہولیات مہیا کرتے ہیں القصہ مسلسل جدوجہد اور لگاتار محنت کا نام پٹھان ہے۔

پشین بازار میں میرے استاد صاحب عبدالمنان صاحب ہیں اُنہیں خدا تعالیٰ اپنی امان میں رکھے اور اس کے پورے خاندان کو جس میں بڑے بھائی لالہ عبدالرحمٰن، عبداللہ جان، عبدالمناف اور عبدالوہاب وغیرہ ہیں اُن پر اللہ تعالیٰ کروڑوں رحمتیں عطا فرمائے اور اُن کے کاروبار میں برکت عطا فرمائے۔ عبداللہ خان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں اور حضور پاک ﷺ کی معرفت بخشش عطا فرمائے (آمین ثم آمین)۔

پشین بازار میں ملتان خان کا جنکشن ہوٹل ہوا کرتا تھا جہاں پہ تمام دوست بیٹھ کر گپیں وغیرہ لگاتے تھے شام کو اریگیشن کے دفتر کے گراؤنڈ میں یا پھر مڈل سکول مچان کلی کے گراؤنڈ نزد بر شوراڈا میں والی بال دیکھنے جاتے تھے

اور کھیلتے تھے جس میں سردار خیر محمد خان ترین کے بیٹے مصطفےٰ خان، فاروق خان اور میرے بہترین دوست نادر خان ترین مرحوم ،عبدالباقی منیجر UBL سکونتی ژوب احمد خان SDO اریگیشن سکونتی جام پور شبیر خان قیصرانی ،مشتاق خان کورو مرحوم،محبوب کورو،اشرف بزدار سپرنٹنڈنٹ F C ریٹائرڈ ،نذر خان بزدار تحصیلدار ،مفتی نوار الحق بزدار، بشیر خان قانونگو منگروٹھہ،عطا اللہ خان گاڈی،حق نواز خان قیصرانی المعروف بھٹی صاحب مرحوم، صاحب خان چاچی پٹھان،فدا حسین اکاؤنٹ آفس،محمد اقبال خان نائب تحصیلدار قلعہ سیف اللہ غلام عباس خان SST ریٹائرڈ ہمارے بزرگ حامد علی خان قانونگو مرحوم جن کے بیٹے زاہد گل ،ریاض حسین ،گل محمد ہارڈ ویئر سٹور والے ایک ہی وقت میں ایک ہی دستر خواں پہ روٹی کھاتے تھے اب تو ایسی نفسا نفسی کا عالم ہے کہ ایک دوسرے کو دیکھنے کیلئے ترس گئے۔

بلوچ کی صفات ۔بلوچ اپنی رہائش پانی سے دور رکھے گا وہ اس لئے کہ پانی پہ تو لوگوں کا اکٹھ ہونا ضروری امر ہے، بلوچ سوچتا ہے کہ میرے گھر کے نزدیک لوگ نہ آئیں اس لئے پانی سے بلوچ دور جا بسیرا کرتا ہے، چاہے اُس کی عورت کو کئی کئی کلومیٹر دور گدھا پہ لاد کر، اونٹ پہ لاد کر یا پھر اپنے سر پہ مشکیزے لاد کر پانی گھر کی ضروریات کیلئے پورا کرنا پڑے ۔گھاس اور سبزہ زار پہاڑوں پر بلوچ کم جاتا ہے، بنجر اور سنگلاخ پہاڑوں پر زیادہ قابض رہتا ہے کیونکہ ویران اور خوفناک پہاڑوں پر اور جنگلات میں رہ کر جرائم کرتا ہے، چوری ڈکیتی جو کرے گا وہ بلوچ بڑے نام والا ہوگا۔اگر کوئی اتفاقاً بلوچ شریف ہوگا تو اُسے بزدل اور بے غیرت کہا جائے گا، بھیک مانگتے وقت بلوچ کو شرمندگی نہیں ہوتی بلکہ جب تک بھیک نہ ملے وہاں سے نہیں ہٹے گا لڑائی جھگڑے کے بغیر بلوچ نہیں رہ سکتا اکثر اوقات لڑائی بھائیوں میں یا پھر برادریوں میں ہوتی ہے۔بلوچ معاشرہ صلح صفائی کم اور لڑانے کا کام زیادہ کرتا ہے، لڑائی جھگڑے اکثر فضول نوعیت کے ہوتے ہیں بلوچ قتل کر کے فخر محسوس کرتا ہے اور مقتول کے ورثاء کا جینا حرام کر دیتے ہیں قاتل نادم ہونے کی بجائے اکڑ کر چلتا ہے جب قاتل ضمانت پہ یا عدالت سے بری ہو کر واپس آتا ہے تو بلوچ معاشرہ قاتل زندہ باد کے

نعرے لگاتا ہے قاتل کو اُن کے گھر جا کر مبارکباد دی جاتی ہے قاتل قبیلہ گھر نہیں چھوڑتا بلکہ مقتول کے وارثوں کے گھر والوں کا جینا حرام کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے مقتول کے وارث گھر چھوڑ جاتے ہیں۔ بلوچ معاشرہ قاتل کی، ایسے انداز سے عزت کرتا ہے جیسے قاتل خانہ کعبہ کا حج کر کے واپس آیا ہو، بلوچ علاقے میں آپ مشکل سے سفر کریں گے کیونکہ دن دیہاڑے ڈکیتیاں ہوتی ہیں۔ آپ موٹر بس پر سواری کر رہے ہیں تو بغیر بے عزتی کرائے خیر و عافیت سے واپس آ گئے تو یہ ایک معجزہ ہوگا۔ تعلیمی میدان میں اگر استاد کو قتل نہیں کریں گے تو اُس کی تنخواہ لوٹ کر اُس استاد کو بے عزت کر کے ضرور چھوڑیں گے سکول میں بلوچ عمارت تعمیر کروانے کی بجائے اپنے مویشی باندھے گا اور مویشی وغیرہ کا بھوسہ رکھے گا۔

ٹیچر کی خدمت اور روٹی وغیرہ کی بجائے بلوچ ٹیچر کی روٹی کھا جائے گا۔ ٹیچر چاہے ہیڈ ماسٹر ہی کیوں نہ ہو اُسے سفر کیلئے سیٹ نہیں ملے گی اگر ملے گی تو چھت پر ملے گی، اور ماسٹر کا گریبان پکڑ کر کرایہ وصول کریں گے اگر ماسٹر نے کرایہ نہ دینے کی کوئی مجبوری ظاہر کی تو۔ اگر کسی شاگرد کو ماسٹر نے سبق یاد نہ کرنے کی صورت میں برا بھلا کہا یا تھپڑ مارا تو سکول میں ہی ماسٹر کی بے عزتی کر دیتے ہیں یا پھر بلوچ شاگرد سکول سے باہر گیٹ پر

ماسٹر صاحب کا استقبال کرے گا۔
بلوچ علاقے میں اگر بیٹی کو تعلیم دلوانے کیلئے داخل کروایا تو بیٹی کے باپ کو بے غیرت تصور کیا جائے گا۔کوئی عورت ٹیچرس بلوچ علاقے میں جائے گی تو ایسے سمجھو کہ عزت گنوا آئی ایک دفعہ کا سچا واقعہ بیان کرتا چلوں کہ ہمارے علاقے ڈیرہ غازیخان کی چند لڑکیاں میٹرک امتحان دینے کوہلو بلوچستان پہنچیں کیونکہ ہمارے ڈی جی خان کے لوگوں کی سروس اُن کے بچوں کے ڈومیسائل وغیرہ بلوچستان کے ہوتے ہیں اور امتحان بھی بلوچستان کے کسی سنٹر سے دیتے ہیں لہذا ان لڑکیوں کا امتحانی سنٹر بھی کوہلو تھا جب لڑکیاں امتحان دینے کے سلسلے میں کوہلو پہنچیں تو تحصیل ہیڈ کواٹر میں جہاں تمام سرکاری دفاتر ہیں اور AC آفس بھی وہاں موجود ہے اُنہی سرکاری کواٹروں میں اُن امتحان دینے والوں کی رہائش کا بندوبست کیا گیا تھا امتحان کل کو شروع ہونے والا تھا لیکن آنے والی کل سے پہلے دن دیہاڑے دن کے دو بجے سردار گزین خان مری کے باڈی گارڈ گروپ کی صورت میں لڑکیوں کے مکانوں میں گھس گئے اور اُن لڑکیوں کی عزتیں نوچ ڈالیں یہ حقیقت پورے ڈیرہ غازیخان پورے ضلع کاہان اور کوہلو کو معلوم ہے۔ یہ حقیقت اگر آپ اپنی زبان سے افشاں کریں گے تو آپ کی زبان کاٹ دی جائے

گی۔کیونکہ یہ نواب سردار لوگ بلکہ تمام پاکستانی سردار نواب ایک ہی خاندان کے لوگ ہیں ان کے خلاف کوئی کاروائی نہیں ہوسکتی۔کیونکہ پولیس بھی خودنواب ،سردار ہیں عدلیہ اور قانون بھی خودنواب سردار ہیں اور پاکستان میں تو خدا بھی خودسردار نواب ہیں اسی لئے ہمارے ضلع ڈیرہ غازیخان کوتو خداؤں کی سرزمین کہا جاتا ہے۔

بلوچ علاقے کے تھانوں میں سب سے زیادہ مقدمے چوری،ڈکیتی،قتل اور زناخوری یا پھر اغوابرائے تاوان کے درج ہوتے ہیں،ان تمام جرائم کا سہرا ہراُس بلوچ ،سردار،نواب اور وڈیرے کے سر پر سجتا ہے جواُس علاقے کا MNA،MPA یا وزیر،وزراء ہیں بلوچ علاقے میں کوئی ترقیاتی کام کیلئے گرانٹ منظور ہوگی تو کام کرانے کی بجائے بلوچ سردار رقم کھا جائیگا۔کیونکہ گرانٹ منظور ہی کھانے کیلئے کی جاتی ہے۔تھوڑا سا دکھاوے کیلئے اگر کوئی سکیم شروع کی جائے گی تو ٹھیکدار کا سامان یعنی بجلی کے کھمبے اور ٹیلیفون کی تاریں وغیرہ بلوچ چوری کر کے لے جائے گا۔بلوچ علاقے میں کسی بلوچ نے کسی بلوچ کا قرضہ دینا ہے تو مقروض کی بہن بیٹی قرض لینے والے کے پاس اُس وقت تک گروی رکھی جائے گی جب تک مقروض قرضہ واپس نہ کردے ورنہ مقروض کی عزت لٹتی رہے گی وہ بھی بغیر نکاح

کے، اور بغیر نکاح کے جتنی اولاد ہوگی وہ بھی مقروض کے کھاتے میں واپس جائے گی جب قرضہ واپس ہوگا۔

بلوچ کی صفات اس سے بڑھ کر اور بھی بہت ہیں لیکن یہی صفات کافی ہیں جب ظہیر بابر صاحب نے "پارلیمنٹ سے بازار حسن تک" لکھی تو کتاب شائع کرانے سے پہلے برطانیہ چلے گئے تھے لیکن میں کہیں نہیں جاؤں گا جو قیامت آئے گی دیکھا جائے گا۔ ظہیر بابر بہت بڑے ذہین اثاثے کے مالک صحافی ہیں۔ اور بہت بڑے انسان ہیں، اُن کا اس دنیا میں زندہ رہنا بہت ضروری ہے، میں بیکار سا آدمی ہوں مجھے مارنے یا نہ مارنے سے کوئی قیامت آنے والی نہیں ہے۔

پٹھان کی جتنی برائیاں لکھی یا بیان کی جائیں پٹھان کی ہر برائی کے ساتھ دو اچھائیاں ضرور آتی ہیں لیکن بلوچ کی صفات میں صرف برائیاں ہی برائیاں ہیں القصہ جو چور ہے وہ بلوچ ہے جو چور نہیں وہ بلوچ نہیں۔

ہمارے صوبہ بلوچستان کی ایک شمالی پٹی افغانستان اور ایران کے ساتھ ملتی ہے میں نے بھی براستہ پنج پائی اور براستہ نوشکی دونوں راستوں سے سفر کیا ان راستوں میں ایک کلی یعنی بستی جسے اللہ گل کلی کہا جاتا ہے جہاں ایک فراری کیمپ ہوا کرتا تھا تمام اشتہاری، فراری، ڈکیت اور قاتل لوگ رہتے

تھے جن کی سربراہی اللہ گل ایک پٹھان سمگلر کرتا تھا اور اللہ گل کی سربراہی اور سرپرستی بلوچستان کے موجودہ وزیراعلیٰ اسلم رئیسانی کرتے تھے، اسلم رئیسانی چوہدری شجاعت اور بلور صاحب ایک ہی انگریز کی اولاد میں سے ہیں، بلور صاحب نے پشاور میں اپنے ہی سینما میں سب سے پہلے بیلو پرنٹ فلموں کا افتتاح اور آغاز کیا تھا، یاد رہے کہ پشاور میں جتنے سینما ہیں تقریباً سارے کے سارے بلور خاندان کی ملکیت ہیں اور رات دن ان سینما میں ننگی فلمیں لوگوں کو دکھائی جاتی تھیں۔ اب طالبان کی وجہ سے تمام سینما بند پڑے ہیں۔ سردار لوگوں کی طالبان کے ساتھ دشمنی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نوابی سرداری کو خطرہ لاحق ہے، یعنی آرمی اپنے جاگیردار ٹولہ کو بچانے کیلئے طالبان کے خلاف برسرپیکار ہے، کیونکہ سردار نواب لوگ زندہ رہیں گے تو برائی زندہ رہے گی کیونکہ جتنا برائی کا ٹھیکہ بڑے لوگوں کا ہوتا ہے اتنا بازار حسن والوں کا نہیں ہوتا اور بازارِ حسن والوں کا کاروبار بھی انہیں بڑے سیاست دان جاگیردار اور جرنیلوں کے دم قدم پر چلتا ہے، معاشرے کی ستم ظریفی دیکھیں کی بازارِ حسن والوں کی عورتوں کو رنڈی کا خطاب دیا جاتا ہے اور اُن بڑے بے غیرت سیاست دان اور نواب سردار لوگوں کو حاجی صاحب کہا جاتا ہے جو رات دن بازارِ حسن کی عورت کے بستر ے کی رونق

بنتے ہیں۔

﴿میری بستی کا کمینہ معاشرہ﴾

جس قصبہ سے میرا تعلق ہے اُسی قصبہ میں 80% لوگ پڑھے لکھے ہیں ذریعہ معاش کے سلسلہ میں بلوچستان وہ بھی اکثر پٹھان علاقوں میں سروس کرتے ہیں بمع اہل وعیال بلوچستان ہی میں مقیم ہیں جو باقی میرے جیسے ان پڑھ اور بے وقوف قصبہ میں رہ گئے ہیں ان لوگوں کی سرداری ایک چھوٹا سا لوکل سردار کرتا ہے۔ ذہنی طور پر تو سردار نے اس قصبہ کو مفلوج کر کے رکھ دیا ہے لیکن میری نظر میں دراصل یہ سردار دنیا کا سب سے زیادہ قابل ترس انسان ہے کیونکہ میرے خیال میں یہ سردار قابل ترس انسان اس لئے ہے کہ اپنی ساری زندگی تو سیاست کی بھینٹ چڑھادی خود کی زندگی تو داؤ پر لگادی تھی لیکن اب سردار صاحب نے اپنی اولاد کو بھی اس آگ کی بھٹی میں دھکیل دیا اس سردار نے سیاست میں عارضی مفاد تو خوب اُٹھائے لیکن مستقبل میں ایسی حالت نہیں ہوگی کیونکہ اس سیاست کی وجہ سے سردار صاحب کی کوئی اولاد میٹرک سے اوپر تک نہیں گئی بغیر ایک بیٹے کے اُس نے بھی سادہ بی اے کر رکھی ہے ورنہ سردار صاحب کی اولاد کو FCPS، انجینئر، CSS، PCS وغیرہ ہونا چاہیئے تھا لیکن اب یہ حالت ہے کہ چھوٹی نوکری چھوٹے سردار کرتے نہیں کیونکہ سرداروں کی شان کے

خلاف ہے اور بڑی نوکری میٹرک والوں کو مل نہیں سکتی۔

کیونکہ ذہن تو سرداری ہے لیکن پلے کچھ بھی نہیں اس لئے سردار صاحب کی اولاد کا مستقبل دیکھ کر سردار صاحب کو دنیا کا قابل ترس انسان کہا ہے بحر حال سوچ ہر انسان کی اپنی ہوتی ہے ہو سکتا ہے سردار صاحب صحیح ہوں اور میں غلط۔

اسی موجوع پر بات ہو رہی تھی کہ سردار صاحب کے ایک بھائی نے فرمایا کہ تعلیم حاصل کر کے ڈاکٹر یا انجینئر بن کر مقصد پیسہ یعنی ڈالر کمانا ہے اور ہمارے بچے بھی ڈالر پڑھے لکھے تعلیم یافتہ لوگوں سے زیادہ بلکہ کئی گنا زیادہ کما رہے ہیں، میرے پاس اس بات کا کوئی جواب نہ تھا اور نہ ہے جن سرداروں کے ہاں تعلیم صرف اور صرف ڈالر کمانا ہے تو ایسے سرداروں کا جواب میں تو نہیں دے سکتا یا پھر اس بات کا مقصد اپنے بچوں پہ طنز کرنا تھا کیونکہ ذو معنی فقرہ استعمال ہوا ہے کہ ہمارے بچے ڈاکٹر انجینئر سے زیادہ رقم یعنی ڈالر بٹور رہے ہیں۔

اب جب کہ سردار صاحب ساٹھ سال کی عمر پوری کر چکے ہیں جب سردار صاحب کا وقت تھا تو وہ لوگوں کو حکم دیتے کہ مرغا بن جاؤ اُسی وقت بغیر کسی چوں چراں کے لوگ مرغا بن جاتے، چھوٹی عمر والے، نوجوان اور بوڑھے

چاہے پچاس سال کی عمر والے حکم عدولی نہیں کر سکتے تھے۔اب سردار صاحب کے بیٹوں نے بھی اپنے والدین کی جانشینی کا بھرپور حق ادا کیا ہوا ہے جب سردار صاحب کے بیٹے تحصیل ہیڈکوارٹر کسی ریونیو آفسر کے دفتر میں جاتے ہیں تو ریونیو آفسر نے اگر کام نہ کرنے کی کوئی معذوری ظاہر کی یا کوئی مجبوری بتائی تو ریونیو افسر کو سردار صاحب کے بیٹے تھپڑ مار مار کر ذلیل ورسوا کر کے دفتر کے باہر نکلنے پر مجبور کر دیتے ہیں، ریونیو افسر چاہے سردار کی طرح ستر سالہ سفید ریش ہی کیوں نہ ہو ایک دفعہ تو بے عزت ضرور ہوگا۔سردار صاحب کے بیٹے کسی سرکاری ہسپتال میں مریض دکھانے جاتے ہیں تو مریض دکھانے کی بجائے میڈیکل آفیسر کی گھونسوں اور لاتوں سے خدمت تواضع کرتے ہیں۔اگر سردار صاحب کے بیٹے اپنے کسی بیمار مویشی کو دکھانے ڈنگر ڈاکٹر کے پاس پہنچے یا ڈاکٹر کو اپنے ہاں بلوایا ڈاکٹر کی دیر سے آنے کی مجبوری کی صورت میں ڈنگر ڈاکٹر کو جانوروں کی طرح مار پیٹ کرتے دکھائی دیں گے۔انہی سردار لوگوں کے بُرے برتاؤ کی وجہ سے جن سرکاری دفتروں میں جائیں اور پھر ہمارے گاؤں کا نام آجائے تو ہمارا کام نہیں ہوگا، ستم ظریفی یہ ہے کہ اس ملک کے سرکاری و غیر سرکاری اداروں کے چھوٹے ملازم یا بڑے آفیسران سب سے پہلے انہی سردار

لوگوں کا کام کرتے ہیں جو رات دن ان آفیسران اور چھوٹے ملازمین کو بے عزت کرتے رہتے ہیں۔

اگر کوئی سچا پاکستانی جو غریب ہوگا اُس غریب آدمی کا کام تو در کنار اُسے نفرت اور دھکے نصیب ہوتے ہیں وہ غریب آدمی پاکستان سے نفرت کرے گا یا پیار۔ یہ تو ایک پاکستان کی ایک چھوٹی سی بستی کے ایک چھوٹے سے سردار یعنی منی چوہدری کی چھوٹی سی کرتوتوں کی کہانی ہے، بڑی باتیں بتاؤں تو وہی بات ہوگی ''کمیں گاہ کمینوں کی پاکستان''

ہمارا گاؤں ہماری تحصیل میں سب سے زیادہ نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے نفرت کی وجہ صرف سردار صاحب اور عالم دین کی معاشرتی زندگی کے طور اطوار اور رہن سہن کے غلط طور طریقے ہیں۔

معاشرتی سدھار اور بگاڑ میں سردار اور عالم دین کا معاشرے میں اہم کردار ہوتا ہے، سردار صاحب کا معاشرتی سدھار میں جو اہم کردار تھا وہ تو میں نے بیان کر دیا اب عالم دین کی باری ہے عالمِ دین بھی ایسا کہ مفتی صاحب وہ بھی مدرسہ دارلعلوم دیو بند ہند جو کہ دنیا میں ایک بڑے مدرسے کی حیثیت رکھتا ہے اور مفتی ایسا کہ سعودی عرب سے خط و کتابت کے ذریعے قانونِ وراثت کے مسئلے پوچھے جاتے تھے اور مفتی صاحب نے وراثت کے قانون

کیلئے کبھی کتاب نہیں کھولی تھی بلکہ تمام وراثتی قانون زبانی یاد ہوا کرتے تھے۔اگر وہ مفتی صاحب ہمارے گاؤں میں نہ ہوتے تو شاید امامِ کعبہ ہوتے ،لیکن مفتی صاحب نے اپنے قبیلے کو سدھارنے کیلئے اس گاؤں میں رہ کر اپنے علم تک کو زنگ آلود کردیا تھا لیکن مفتی صاحب کی نسل درنسل ہر قسم کے جرائم میں ملوث ہو کر جرم میں آگے بڑھتی رہی اور مفتی صاحب کی محنت ضائع جاتی رہی میں نے ایک دفعہ عالمِ دین کے بیٹے سے عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ عالمِ دین کے قبیلے میں ایک بھی عالم پیدا نہ ہوا بلکہ جرائم پیشہ ہی پیدا ہوئے جیسا کہ دریا کے نیچے ریت ہوتی ہے،وہی حالت مفتی صاحب کے قبیلے کی ہے۔مفتی صاحب کے بیٹے نے جواب دیا کہ نوحؑ کا بیٹا بھی تو اللہ تعالیٰ کے دین کا باغی ہوا تھا اس میں مفتی صاحب کا کیا قصور ہے۔

میں نے عرض کیا کہ نوحؑ کا ایک بیٹا باغی ہوا تھا باقی بیٹے تو نبی پیدا ہوئے تھے اسی نوحؑ کی نسل سے نبوت آخر تک چلی لیکن مفتی صاحب کے قبیلے کے تمام کے تمام فرد باغی ہیں اللہ کے دین سے بلکہ جرائم پیشہ بھی ہیں ،اور ہماری بستی میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ لوگ مفتی صاحب کے قبیلہ میں سے ہیں آخر کار اس بحث میں مفتی صاحب کے بیٹے کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور کہا کہ کرامت بھائی آپ سچ کہہ رہے ہیں ہماری اپنی اور

اپنی قوم کی بدبختی ہے، اس بات کو چند دن گزرے تھے کہ مفتی صاحب کے پوتے اور نواسے نے دن دیہاڑے قتل کر دیا اور چھ ماہ کے بعد مفتی صاحب کا بیٹا قتل ہوا، اسی طرح مفتی صاحب کے پوتے اور نواسے قاتل ٹھہرے اور مفتی صاحب کا بیٹا مقتول ٹھہرا۔ ہماری بستی کے معاشرتی حالات کا آپ خود اندازہ لگالیں کہ شعور سے ہم کتنے دور ہیں ان حالات سے ثابت ہوا کہ تعلیم شعور نہیں دیتی بلکہ معاشرہ شعور دیتا ہے، ہمارے گاؤں کا معاشرہ انتہائی پسماندہ اور نالائق ترین معاشرہ ہے جن کا سہرہ وقت کے سردار اور عالم دین اور وڈیروں کے سر پہ لعنت کے طوق کی طرح سجتا ہے یہ لعنت کا طوق سر پہ سجائیں یا پھر ماتھے پہ لگائیں یا پھر گلے میں ڈالتے پھریں۔

ہمارے گاؤں کا پہلا گریجویٹ جو کہ بی اے، بی ایڈ تھا جس نے ساری زندگی بلوچستان قلعہ سیف اللہ میں اپنی سروس گزار دی اور جتنے جوگیزئی نواب وزیر، وزراء اور سیکریٹری وغیرہ ہیں وہ تمام کے تمام ہمارے گاؤں کے پہلے گریجویٹ کے شاگرد ہیں۔ اور اسی گریجویٹ کا بیٹا قاتل بھی تھا اور مقتول بھی ٹھہرا کیونکہ گریجویٹ صاحب کی اولاد ہمارے گاؤں کے معاشرے میں پلی بڑھی اور جوان ہوئی اُس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گریجویٹ صاحب کے پڑھے لکھے شاگرد اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں اور ہمارے گاؤں

میں جو پلی بڑھی اُن کی اولاد قاتل اور مقتول ٹھہری۔ہمارے گاؤں کے پڑھے لکھے لوگ چاہے ہیڈ ماسٹر SST خواہ وہ ہائی سکول کے ہیڈ ماسٹر ہی کیوں نہ ہوں 302 میں نہ تو 307 میں عدالتوں کی پیشیاں ضرور بھگت چکے ہیں اور اُن کی اولاد بھی 302 میں بھی ملوث ہے اور 307 میں بھی۔ہمارے گاؤں کے پڑھے لکھے لوگوں کو چاہیئے تھا کہ تعلیمی اکیڈمیاں کھول لیتے اپنی اولاد اور محلے داروں کی اولادوں کو تعلیم کے زیور سے آراستہ کرتے جو کہ ایک اچھا کاروبار بھی تھا اور معاشرہ بھی باشعور ہو جاتا۔لیکن ہمارے پڑھے لکھے لوگوں نے اپنے بچوں کو تعلیم دلوانے کی بجائے بھیڑ بکریوں اور ڈھور ڈنگر چرانے کیلئے بھیج دیا تا کہ اُن بچوں کا دماغ بھی ڈھور ڈنگر جیسا ہو جائے تا کہ ہم اپنی مخالفت کو بدی کی صورت میں نباہ سکیں۔میرے ایک محترم دوست فاروق محرم صاحب کا کہنا ہے کہ کرامت بھائی تمہاری بستی کی بھیڑ جو کہ سب سے معصوم پالتو جانور ہے یعنی تمہاری بستی کی بھیڑ بھی قابل تعذیر ہے یعنی کہ قابل جرم ہے،اور ہماری بستی کے میراثی جو کہ وراثتی طور پر فنکار اور گلوکار ہونے چاہئے تھے لیکن ہماری بستی کے وراثتی میراثی بھی بے سُرے ہی ہیں اور ان وراثتی میراثیوں کا اپنی میراث یعنی فنکاری اور گلوکاری سے دور کا بھی واسطہ نظر نہیں آتا۔

پوری دنیا میں فنکار،گلوکار،اداکار شاعر اور ادیب لوگ انتہائی پر امن اور نفیس ذہن کے لوگ ہوتے ہیں لڑائی جھگڑے سے تو یہ فنکار لوگ مکمل طور پر ناواقف ہوتے ہیں لیکن میری اس بستی کے شاعر لوگ بھی 307 میں ملوث رہے ہیں اور حقیقتاً میں بھی ملوث تھے۔

آخر میں مَیں اپنی بستی کے لوگوں کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کی میں اس موضوع میں جس برائی کو بیان کر رہا ہوں وہ برائی میرے سمیت تمام گاؤں والوں میں پائی جاتی ہے،اور وہ میں اعلان کی صورت میں تمام حقیقی نام اور پتے بتاؤں گا،ان تمام برائیوں کی نشاندہی کرنے کے بعد اگر برائی ختم ہو جائے تو میرے لئے ثواب ہوگا اور آپ اگر برائی ختم کروانے میں مدد کریں اور اپنے آپ پہ کنٹرول کریں تو آپ کو اللہ تعالیٰ اجر و ثواب نصیب فرمائے گا اور ہماری آنے والی نسلیں بھی اس برائیوں سے بچ جائیں گی اور آپ تمام لوگ میرے سے ناراضگی نہ کرنا مہربانی ہوگی۔

جواء اور سٹہ بازی کرانے والے منشیات پینے اور بیچنے والے چوری اور ڈکیتی خاص کر موٹر سائیکل ڈکیتی کرنیوالے لڑائی جھگڑا کرنے والے اور بدی نبھانے والے حضرات ایک ضروری اعلان سن لیں یہ اعلان میری بستی سوکڑ کی طرف سے ہے بلکہ پورے پاکستان کی بستیوں اور شہروں کے لوگوں کی

طرف سے ہے۔

1۔ جواء اور سٹہ بازی کے شوقین حضرات ہمارے گاؤں سوکڑ میں بڑے بڑے نامی گرامی جواء باز مفت براور چھوڑ قسم کے لوگ جواء کھیلنے آتے ہیں آپ تمام علاقے والوں کو اعلان کی صورت میں ہم دعوت دے رہے ہیں کہ ہر قسم کی سہولیات بھی ہم گاؤں والے مہیا کریں گے اگر آپ جواء برلب سڑک شاہین پرواز کے ڈیرے پہ کھیلیں یا الطاف ملیر کے ہوٹل پہ کھیلیں آپ کو پولیس وغیرہ تنگ نہیں کرے گی کیونکہ وقت سے پہلے ہم پولیس والوں کو اُن کا حصہ دے دیتے ہیں۔ اگر آپ ہمارے گاؤں کے اندر بازار میں یعنی چوک پہ جواء کھیلنا پسند کریں گے تو محمد نواز سیٹھ اور امین بھٹی کے ہوٹل پہ جواء کھیل کر اپنے آپ کو محظوظ کر سکتے ہیں اگر آپ کہیں دور سفر پہ ہیں تو تیتر کی لڑائیوں میں آپ لوگ ٹیلیفون کے ذریعے لاکھوں روپے لاگ بازی میں لگا سکتے ہیں ہر قسم کی ذمہ داری ہماری ہوگی۔ چلتا پھرتا جواء آپ کہیں بھی بیٹھ کر ہمارے گلی محلے میں کھیل سکتے ہیں ہمارے گاؤں کا ہر شخص جواری ہے۔

2۔ منشیات کے عادی جو نشہ کرنا چاہیں اور نشہ بیچنا چاہیں تو وہ ہمارے گاؤں سوکڑ میں آ کر عبدالستار پہلوان اور تاجو خان بھمانی سے لے سکتے

ہیں کیونکہ یہ دونوں میرے اپنے قریبی ہیں خاص کر عبدالستار پہلوان جو کہ میرے بیٹوں کا دوست ہے اور میری عزت بھی کرتا ہے کبھی کبھار میرے بھی دوست لوگ آتے ہیں تو میں بھی عبدالستار سے مہمانوں کیلئے چرس لیتا رہتا ہوں یہ تو برلب سڑک لعل موڑ پہ ہر وقت موجود ہے لے سکتے ہیں۔تاجو خان کا پتہ آپ محمد نواز سیٹھ کے ہوٹل سے لے سکتے ہیں اور ٹیلیفون کے ذریعے بھی تھوک کے حساب سے منگوا سکتے ہیں اصل چرس گانجا ہوگا ذمہ داری ہوگی ترازو میں تول کر دیں گے۔

3۔ اگر موٹر سائیکل چوری اور ڈکیتی کروانی ہو تو فیضو اور شادو، رحیم بخش اور کریم بخش، عیسٰی اور خمیسہ سے رابطہ کر سکتے ہیں جو کہ یہ لوگ سارا دن سوتے ہیں رات کو جاگتے ہیں اس لئے یہ لوگ خود نہیں مل سکتے ان کے رابطہ کار لوگ ہر وقت موجود رہتے ہیں کسی ذمہ دار اور سرکردہ آدمی سے رابطہ کر سکتے ہیں اگر موٹر سائیکل کی واپسی کروانی ہو تو ہمارے گاؤں سوکڑ کے کسی نام نہاد اور ناجائز معزز کو پچیس ہزار دے دیں تو موٹر سائیکل کی واپسی یقینی ہے یاد رہے کہ اگر موٹر سائیکل چوری کروانا ہے تو چوری کرنے والا ہزار روپیہ مزدوری لے گا جو کہ ایک رات کا ہوگا۔

4۔ اگر آپ اہل علاقہ اور پوری تحصیل میں کسی سے کہیں بھی کوئی بدی

وغیرہ ہے آپ نے لڑائی جھگڑا یا قتل کروانا ہو تو ہمارے کسی پڑھے لکھے شخص سے رابطہ کر سکتے ہیں جن میں کرامت حسین، امانت حسین، حسن اور حسین لطیف اور شریف، حنیف اور رفیق بلکہ سوکڑ کے کسی شخص کو اگر امداد کے طور پر یعنی بیگار کے طور پر بلائیں گے تو آپ کی مدد کو ضرور پہنچ جائیں گے آپ کو صرف روٹی وغیرہ کا بندوبست ضرور کرنا ہوگا۔

5۔ آخر میں بھائی نوید انجم کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جس نے اپنی نوکری داؤ پر لگا دی بلکہ نوکری سے فارغ ہوئے اپنا کاروبار بھی ختم کر دیا قابل ترین الیکٹریشن ہونے کے باوجود چار سال کا عرصہ بھی جیل میں گزارا اور اپنی زندگی برباد کر ڈالی اور سوکڑ گاؤں کے لوگوں کو اس نوید انجم کا شکر گزار ہونا چاہیئے کیونکہ جو اولاد رات دن اپنے والدین کو تنگ کرتی تھی، محلے داروں اور گاؤں والوں کو رات کو سونے نہیں دیتی تھی کیونکہ رات کو یہ چوری کے سلسلے میں لوگوں کے مکانوں کی چھتوں پر سفر کرتے تھے آج وہی چور لوگ نوید انجم کے زیر سایہ پوڈر وغیرہ پی کر اپنے گھر کی تمام اشیاء ضرورت بیچ کر اب اپنی ماؤں بہنوں کے کانوں کی بالیاں نوچ کر ذہنی سکون حاصل کرنے کیلئے اپنے ہوش و حواس کھو چکے ہیں۔

ان تمام برائیوں کا اثر ہم گاؤں والوں پہ گناہ کی صورت میں نہیں پڑتا کیونکہ

ہم ہر سال پندرہ سے بیس دیگیں حلیم کی خیرات کے طور پر پکا کر تقسیم کر دیتے ہیں۔

اعلان ختم ہوا۔

انگریز حکومت کا کمینہ ذہن

برصغیر پاک وہند میں جب برطانیہ نے حکومت سنبھالی تو سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ تھا کہ قابل ترین لوگوں کے ہاتھ کاٹے گئے، کاریگر لوگوں کی آنکھیں نکال لی گئیں سمجھدار اور ذہین ترین لوگوں کو قتل کر دیا گیا۔ باقی جو معاشرہ تھا اُنھیں چار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا، پہلا حصہ جاگیردار ،سردار، چوہدری دوسرا حصہ وڈیرہ منشی چوہدری تیسرے حصے کو پھر دو حصوں میں تقسیم کردیا گیا جس میں پہلا حصہ بلوچ، ملک، مہر، اور آخری حصے والے لوگوں کو کمی یعنی چھوٹی ذات والے جو کارپینٹر تھے جو کپڑا کھڈی میں بنتے تھے جو لوہے کو پگھلا کر اوزار بناتے تھے جو چمڑا کو رنگ کر کے رگڑ کر جوتے بناتے تھے ۔یعنی جو کاریگر تھے ذہین تھے وہ کمی چھوٹی ذات والے درکھان، لوہار، پاولی موچی ان تمام کاریگر لوگوں کو چھوت چھات والا قرار دے دیا گیا۔

جو بدو، جاہل، بے غیرت ،کمینے ،چور ڈکیت اور بد معاش تھے اُنھیں بلوچ، ملک، مہر بڑی ذات والے قرار دے دیا گیا، کیونکہ بڑی ذات والے کمینے، بے غیرت، بدمعاش، چور اور ڈکیت تھے اس لئے انگریز نے سوچا اگر انھی بڑی ذات والوں کو زمین و جائیداد، ڈنڈا و اختیار دے دیا جائے تو

یہی بیوقوف لوگ ذہین لوگوں کو کاریگر لوگوں کو اپنا نوکر بنا کر ایسا دبائیں گے کہ ساری زندگی کم از کم 100 سال تک یہ کاریگر لوگ ان بڑی ذات والے یعنی بے وقوف لوگوں کے چنگل سے نہیں نکل سکیں گے جس کی وجہ سے برصغیر پاک و ہند کبھی ترقی نہ کر سکے گا۔ برصغیر پاک و ہند کے ٹکڑے ہونے کے بعد بھارت نے بھی بے وقوف یعنی جاگیردار طبقہ سے جان چھڑا لی۔ اُس کے بعد بنگلہ دیش وجود میں آیا تو بنگلہ دیش کے لوگوں نے بھی اس بے غیرت جاگیردار ٹولہ سے جان چھڑا لی کیونکہ بھارت اور بنگلہ دیش میں بارہ ایکڑ سے زیادہ کوئی جاگیردار نہیں، اس لئے بنگلہ کی آزادی کو آٹھ دن بھی نہیں گزرے کہ آج بنگلہ دیش کا حاجی صاحب سعودی عرب کیلئے جب حج پہ جاتا ہے تو (80) اسی ہزار روپے گورنمنٹ بنگلہ دیش کو دیتا ہے جو کہ سعودی حکومت لیتی ہے۔ جبکہ پاکستان کا حاجی صاحب تین لاکھ کے لگ بھگ گورنمنٹ پاکستان کو دیتا ہے کیونکہ پاکستان کے ٹیکس وغیرہ کے علاوہ بھتہ مافیا کو بھی حاجی صاحب ٹیکس ادا کرتا ہے۔ یاد رہے کہ ہماری 70% فیکٹریاں پاکستان سے بنگلہ دیش شفٹ ہو گئی ہیں، آج تک یہ بے غیرت جاگیردار اور سردار ٹولہ پاکستان کے غریب عوام کی جان نہیں چھوڑتا، میرا خیال ہے یہ پاکستان کی جان لے کر ہی مرے گا، یا پھر شاید یہ

پاکستان کو مرتا دیکھ کر برطانیہ یا امریکہ مقیم ہو جائیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ پاکستان قائم رہے اور کوئی ایسا فرشتہ مائی کا لعل آئے اور ان تمام جاگیرداروں کا خاتمہ کر کے پاکستان کو آ کر آزاد کرا لے۔

تریسٹھ سال گزرنے کے بعد اب بڑی ذات والے یعنی بلوچ، ملک، مہر وغیرہ جو کہ انتہائی بیوقوف لوگوں کی جماعت ہے اب اِکا دُکا ڈاکٹر یا انجینئر ہیں تو چھوٹی ذات والے یعنی کہ کمی درکھان، لوہار پاولی، موچی وغیرہ جو انتہائی قابل ترین اور ذہین ترین لوگوں میں سے ہیں وہ تمام کے تمام ڈاکٹر نہیں ہیں تو انجینئر تمام گھر والے مرد اور عورتیں ضرور ہیں۔ ہمارے برِصغیر پاک و ہند کے لوگوں کے ساتھ اتنی زیادتیاں ہوئیں کہ حکومت برطانیہ کے قانون کے مطابق کمی یعنی چھوٹی ذات والوں کی اولاد پرائمری سکول میں داخل نہیں ہو سکتی تھی اور کمی یعنی چھوٹی ذات والوں کا کوئی زمین و جائیداد کا ملکیتی انتقال نہیں ہو سکتا تھا۔

ہمارے معاشرے میں انگریز نے ہمارے لوگوں کے ایک دوسرے کے خلاف ایسی طبقاتی جنگیں یا ایسی سازشیں تیار کیں جو کہ آج تک ہماری نسلیں اسی بگاڑ کو سنوارنے میں لگی ہوئی ہیں لیکن بے سود کیونکہ آج اکیسویں

صدی میں بھی اگر کسی سردار کے ہاں مزدوری کیلئے کوئی کاریگر جاتا ہے تو اُس کاریگر کو جس برتن میں روٹی اور چائے وغیرہ سردار دے گا تو وہ برتن علیحدہ ہوتے ہیں اور روٹی چائے وغیرہ دینے اور استعمال کرنے کے بعد گھر میں کسی مخصوص کونے میں برتن پھینک دئے جاتے ہیں دوبارہ اگر وہ برتن استعمال کرنے ہوں گے تو کسی کمی یعنی کاریگر وغیرہ کیلئے استعمال ہوں گے ورنہ سالوں کے سال برتن پڑے رہیں گے گھر کا کوئی فرد وہ برتن استعمال نہیں کرے گا۔

کیونکہ کمی یعنی کاریگر کو چھوٹی ذات والا چھوت سمجھا جاتا ہے۔اب بھی جب الیکشن کے موقع پر سردار نواب لوگ غریب لوگوں سے ہاتھ ملاتے ہیں کیونکہ ہاتھ ملانا بڑے لوگوں کی مجبوری ہوتی ہے ورنہ ووٹ نہیں ملیں گے،اس لئے ہاتھوں پر دستانے چڑھائے ہوئے ہوتے ہیں یا پھر جراثیم کش صابن ساتھ ہوتا ہے ہر لمحہ کے بعد صابن سے ہاتھ دھو لیتے ہیں،تو جس ملک میں ایسی صورحال ہو تو وہ خاک ترقی کرے گا۔میرا مشورہ ہے کمی لوگوں کیلئے کہ اپنی قوم یعنی ذات کو مت چھپائیں بلکہ فخر محسوس کریں کیونکہ جب آدمؑ کو اللہ تعالیٰ نے علم دیا تو دراصل اللہ تعالیٰ کا مقصد حضور پاک ﷺ کی ذات کو علم دینا تھا۔جیسا کہ ایک حدیث پاک ہے کہ آدمؑ گل

گارے میں نہیں تھا حضور پاک ﷺ کی ذات پہلے سے موجود تھی اس لئے اس کائنات کا مقصد ہی حضور پاک ﷺ کی ذات تھی حضور پاک ﷺ سب سے بڑے کمی تھے اور ہیں کیونکہ کوئی علم کا کام کوئی کاریگری کا کام کائنات میں ایسا نہیں ہے جو کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے نہ کیا ہو اس لئے ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ سب سے بڑے کمی ہیں، یعنی کام والے ہیں، کسب والے ہیں، علم والے ہیں۔ اس لئے کمی لوگوں کو یعنی کاریگر لوگوں کو اپنی ذات یا قوم لکھتے ہوئے یا بتاتے ہوئے فخر محسوس کرنا چاہیئے کیونکہ آپ کمی لوگ ہیں قابل ترین لوگ ہیں، ذہین ترین لوگ ہیں آپ ہی اللہ کے دوست ہیں آپ کو شکر ادا کرنا چاہیئے کہ آپ بڑی ذات والے یعنی بلوچ، ملک مہر وغیرہ سے نہیں ہیں ورنہ آپ بھی چور ڈکیت کمینے اور بے غیرت ہوتے۔

﴿دنیا کے کمینے خیراتی ادارے﴾

ہمارے ملک پاکستان میں تقریباً رجسٹرڈ خیراتی اداروں کی تعداد 3500 ہے جن میں اکثر مالکان غیر مسلم اور غیر ممالک کے ہیں ان خیراتی اداروں کو چلانے کیلئے کارکنان کی تعداد پانچ لاکھ پندرہ ہزار نفوس پر مشتمل ہے جو کہ پاکستان آرمی کی تعداد سے زیادہ لگتی ہے، اس بات سے ظاہر ہوتا ہے کہ آج ہمارے ملک میں ایسٹ انڈیا کمپنی والا کام ہو رہا ہے یہ تمام خیراتی ادارے چاہے پاکستانی ہیں یا غیر ملکی تمام کے تمام حق حقوق کی بات کرتے ہیں لیکن حق حقوق سے ان کی واقفیت ہی نہیں ہے پوری دنیا کو بے وقوف بنا رہے ہیں جو ادارے لوگوں کا حق کھا رہے ہیں وہی ایمنیسٹی انٹرنیشنل والے کہلاتے ہیں وہی فلاحی اداروں کا پیسہ کھا رہے ہیں جو اپنے آپ کو سپورٹ پروگرام کے کرتا دھرتا سمجھتے ہیں پاکستان میں صرف ایک آدمی فلاحی کام کر رہا ہے وہ ہے حاجی عبدالستار ایدھی کیونکہ وہ ایک ایسا سیدھا سادا ان پڑھ سا بندہ ہے جسے ہیرا پھیری کی سمجھ ہی نہیں ہے بہت ہی نیک نیت انسان ہے اور اُس نے اپنی عاقبت سنوار لی ہے اور انشاءاللہ اگلے جہان بھی ایدھی صاحب کو اُس کی نیکی کا پھل ضرور ملے گا۔

بہر حال اصل موضوع کی طرف آتے ہیں سرداری جاگیرداری وڈیرہ شاہی

نظام انگریزوں نے اپنی بقاء اور اپنی حکومتی پالیسیوں کو مضبوط کرنے کیلئے متعارف کروایا ایسٹ انڈیا کمپنی نے برصغیر پاک و ہند میں جب اپنے قدم مضبوط کر لئے تو حکومت برطانیہ نے سنبھال لی اور برطانیہ کی حکومت نے جاہل بدو کمینے چور اور ڈکیت لوگوں کو مضبوط کیا جاگیریں دیں، اس لئے وہ بن گئے جاگیردار جاگیریں جائیدادیں ایسی جن کا آج تک نہ کوئی ریکارڈ ہے اور نہ کوئی زرعی اصطلاحات کرنے دیتا ہے کیونکہ زمین جائیدادیں رکھنے والا خود کیسے کسی کو جائیدادیں دے گا۔ انگریزوں نے اُن جاگیردار لوگوں کی عورتوں کو رکھیل، داشتہ اور محبوبہ بنا کر رکھا جن کی اولاد آج کے جاگیردار، نوب اور سردار لوگ ہیں جب اُن سردار، نواب جاگیردار لوگوں کے ظلم بڑھ گئے تو برصغیر پاک و ہند کے غریب لوگوں نے انگریزوں اور اُن کی رکھیل عورتوں کی اولادوں کے خلاف بغاوت کر دی اور مختلف تحریکیں وجود میں آئیں جن میں ایک جماعت کانگریس بھی تھی جس نے انگریز نکالو تحریک چلائی تھی اس تحریک میں مختلف لوگ تھے جن میں ایک نام قائداعظم کا بھی آتا ہے، جو کہ آج تک متنازعہ بنا ہوا ہے کیونکہ یہ تحریک جب کامیاب ہونے کے نزدیک تھی تو قائداعظم نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر لی جس کی وجہ سے کانگریس کو سب سے پہلا نقصان مسلم لیگ بنتے

وقت ہوا۔ دوسرا قائد اعظم کی مسلم لیگ میں شمولیت سے ہوا، کیونکہ تمام بڑے بڑے علماء جس میں حسین احمد مدنی اور علامہ اقبال جیسے قابل ترین لوگ قائداعظم کو مسلم لیگ سے روکتے رہے قائد اعظم کی مسلم لیگ میں شمولیت کے بعد تمام کے تمام سردار نواب اور جاگیردار جو کہ انگریزوں کی اولاد تھے مسلم لیگ میں شامل ہوگئے بلکہ مسلم لیگ کا تمام کنٹرول اپنے ہاتھ میں لے لیا، اس طرح آزادی کی تحریک کانگریس اور مسلم لیگ دو حصوں میں تقسیم ہوگئی اور انگریز کیلئے فیصلے کرنا آسان ہوگئے، کانگریس کہتی کہ انگریز نکالو پھر ہم ایک دوسرے کو علیحدہ کریں گے، لیکن قائد اعظم کی مسلم لیگ والے کہتے کہ انگریز ہی ہمیں آزادی دلوائے اور تقسیم کاری بھی انگریز ہی کرے جس سے ثابت ہوا کہ اس تقسیم میں مسلمانوں کا کتنا نقصان ہوا اور ہندوں کا کتنا نقصان ہوا، برصغیر پاک و ہند کو بہت بڑا دھچکا اُس وقت لگا جب انگریز نے ہی تقسیم کاری کے ذریعے برصغیر پاک و ہند کو ٹکرے ٹکرے کر دیا، برصغیر پاک و ہند ٹوٹا نوابوں سرداروں کو ملا مغربی پاکستان اور مشرقی پاکستان جیسا ملک جس کے درمیان ایک ہزار میل کا فاصلہ ہے اور درمیان میں بہت بڑا ملک بھارت آباد ہے اس سے ثابت ہوا کہ مسلمانوں کا نقصان سب سے زیادہ ہوا کیونکہ مسلمان تقسیم در تقسیم ہوتے رہے کیونکہ

مشرقی پاکستان بنگلہ دیش کی صورت میں ہم سے جدا ہوا یہ ملک بھی غلط تقسیم اور سردار نواب جاگیردار لوگوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب برصغیر پاک و ہند کی آزادی کا اعلان ہوا تو انگریزوں نے سب سے پہلے اعلان کیا جو کہ مسلمانوں اور ہندوں کے خلاف بہت بڑی سازش تھی جس کی وجہ سے نفرت کے بیج کی بنیاد رکھی گئی تھی وہ اعلان یہ تھا کہ مسلمان اکثریتی علاقوں میں مسلمان رہیں گے اور ہندوں اکثریتی علاقوں میں ہندو رہیں گے اسی اعلان کے ساتھ تمام مذاہب کے لوگ اپنے اپنے اکثریتی مذہب کے علاقوں کی طرف جوق در جوق قافلے پہ قافلے اُمڈ پڑے اور انگریز کی چال کامیاب ہوئی جب انگریز کی اولاد نوابوں سرداروں اور ہندووں میں ٹھاکر، پنڈت و پادری وغیرہ کو انگریز کی طرف سے حکم ملا کہ ہندووں کو قتل کردو اور مسلمانوں کا بھی قتل عام کرو، اس طرح قتل و غارت گری جاری رہی جو کہ انگریز نے کروائی تھی جس کی وجہ سے آج تک ہم ایک دوسرے سے نفرت کرتے چلے آ رہے ہیں۔ بھارت پاکستان سے اور پاکستان بھارت سے نفرت کرتا چلا آ رہا ہے جس کی وجہ سے چار جنگیں لڑ چکے ہیں اور وہ بھی بغیر ہار جیت کے، کیونکہ ہم انگریزوں کے کہنے پہ جنگ کرتے ہیں اور انگریزوں کے کہنے پہ جنگ کو روکتے ہیں پاکستان اور ہندوستان علیحدگی

کی صورت میں انگریزوں نے جو انتشار پھیلایا اُسی انتشار کی وجہ سے بر صغیر پاک و ہند کے تقریباً جو گورنمنٹ کی گنتی کے مطابق معصوم لوگ ہلاک ہوئے ان کی تعداد دس لاکھ ہے جو کہ ہندسوں میں لکھنا مشکل ہے۔ اور جو عزتیں لوٹی گئیں وہ گنتی سے باہر ہیں۔

روس کی ریاستیں علیحدہ ہوئیں بلکہ روس ریزہ ریزہ ہوا لیکن ایک گولی بھی نہ چلی کیونکہ وہ انگریزوں کا ملک تھا یہ مسلمانوں اور ہندوؤں کا ملک بر صغیر پاک و ہند ہے جس میں نواب جاگیردار سردار انگریز کی اولاد موجود ہے۔

پاکستانی لوگوں کی بدبختی ہے کہ آج تک ایک دوسرے کو جھوٹ کے سہارے مات دینے کیلئے اپنی جھوٹی شان کیلئے لوگوں کو قتل کرنے میں مصروف ہیں پاکستان آرمی سے لے کر تمام سیاسی پارٹیوں کی اپنی اپنی خفیہ ایجنسیاں ہیں جو کہ اکثر اوقات آرمی کی ایما پر یعنی آرمی کی ملی بھگت سے مخالف سیاسی جماعتوں کے لیڈروں سے لے کر ذہین ترین ورکروں کو قتل کرتے چلے آ رہے ہیں۔ بر صغیر کی علیحدگی سے لے کر بنگلہ دیش بننے تک جتنے بھی قتل ہوئے تمام کے تمام FSc سے لے کر ڈاکٹر انجینئر ہی قتل ہوئے اور پھر ذوالفقار علی بھٹو سے لے کر طالبان تک جتنے بھی قتل ہو رہے ہیں ذہن ترین لوگ قتل ہو رہے ہیں۔ ہمارے ملک کی مختلف تنظیموں کے لوگ جیسا کہ سپاہ

صحابہ ؓ اور سپاہ محمدؐ کے لوگ جتنے بھی قتل ہوئے وہ بھی ذہین ترین لوگ تھے کیونکہ انگریز کی یہ چال ہے کی ان ذہین لوگوں کو اکٹھا نہ ہونے دیں بلکہ مختلف مخالف تنظیمیں بنا کر ان تنظیموں کو آپس میں لڑاتے رہیں اور ذہین لوگوں کو قتل کرتے رہیں تا کہ ملک جاہل ترین لوگوں کے ٹولے جو کہ جاگیردار سردار اور نواب لوگوں کے قبضہ میں رہے تا کہ انگریز لوگ اپنے مفاد کیلئے اپنی پالیساں پاکستانی عوام پر ٹھونستے رہیں۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب انگریزوں نے تمام کام مکمل کر لئے تو قائداعظم کو زہر دے دیا اور زہر دینے والے انگریزوں کی رکھیل کی اولاد یعنی پاکستانی جاگیردار نواب اور سردار لوگ تھے، جب قائداعظم کو کراچی ہسپتال لے جایا گیا تو ہسپتال کا گیٹ پاکستان کے بانی کیلئے نہ کھولا گیا جس کی وجہ سے قائداعظم کی زندگی کے دروازے ہمیشہ کیلئے بند ہو گئے اور آج پاکستان کے وہ جاگیردار سردار پاکستان کی غریب عوام کو لوٹ رہے ہیں اور عوام کا خون چوس رہے ہیں ہر سرکاری ادارے میں آفیسران سے لے کر جاگیرداروں تک اور سرداروں سے لے کر فوجی جرنیلوں تک قائداعظم کی تصویر کو دفتروں میں لگاتے ہیں اور جھوٹا سلام بھی کرتے ہیں بانی پاکستان بھی مانتے ہیں اور اُسی قائداعظم کو آج تک نوٹوں کی صورت

میں رشوت ستانی سے لے کر سود خوری تک بددیانتی سے لے کر سپریم کورٹ کی ناانصافیوں تک قائداعظم کی تصویر کو رنڈیوں کی طرح استعمال کر رہے ہیں باقی تینوں صوبے بانی پاکستان کو مانتے ہی نہیں تو پاکستان کو کیا تسلیم کریں گے۔

برصغیر پاک و ہند کو علیحدہ کرنے کے بعد انگیریزوں نے برصغیر پاک و ہند کے لوگوں کے خون کی ہولی کھیلتے ہوئے جو نفرت پھیلائی ہندوستان اور پاکستان کے خلاف جو نفرت کا بیج بویا اُسی نفرت کے بیج کی وجہ سے لاکھوں انسان کتوں کی طرح قتل ہوتے رہے کروڑوں عورتیں درندوں کے ہاتھوں عزتیں لٹواتی رہیں جن کا سہرا وقت کے لیڈران بشمول بھارت اور پاکستان یعنی کہ ہندو اور مسلمان لیڈروں کے سر پہ بجتا ہے اسی نفرت کی وجہ سے آج تک دو بھائی دیوار درمیان میں ہوتے ہوئے لڑ رہے ہیں اور دونوں مسلمان اور ہندو ساری زندگی لڑتے رہیں گے جب تک وہ سمجھ نہ لیں کہ ہمیں لڑانے والے انگریز لوگ ہیں۔

قائداعظم کو زہر دینے کے بعد لیاقت علی خان کو گولی ماردی گئی لیاقت علی کو قتل کرنے والے شخص اکبر کو بھی قتل کروادیا گیا اور اکبر نامی قاتل کو جس تھانیدار نے گولی ماری تھی اُسے اپنے گھر گجرات میں ریٹائرڈ ہونے کے بعد قتل

کروادیا گیا آپ خود اندازہ لگائیں انگریز کی ایجنسیاں اُس وقت اتنی تیز تھیں تو آج اُن کی رفتار کا خود اندازہ لگائیں ۔کیونکہ انگریز کیلئے وہی جاگیردار سردار لوگ کام کرتے ہیں جو کہ نہ پاکستانی ہیں بلکہ تمام سردار نواب اُنہی انگریز کی اولاد میں سے ہیں اوران کی جتنی حرام کی کمائی کی رقم ہے غیر ملکی بنکوں میں محفوظ ہے جو کہ تمام کی تمام پاکستان سے لوٹ کر لے گئے ہیں۔

قائداعظم اور لیاقت علی کو قتل کروانے کے بعد انگریزوں کی پالیسیاں بھی محفوظ رہیں اور انگریز کے آفیسران جو انگریز تھے وہ بھی محفوظ رہے میرا ڈرائیونگ لائسنس ضلع پشین کا ہے جو کہ 1981ء کا ہے اس لائسنس پر دستخط اور مہر بروک بانڈ نامی انگریز SP کے ہیں جس ملک کا SP آج تک انگریز ہو وہ ملک خاک آزاد ہوا، بلکہ انگریزی نظام میں سازش کے تحت اور بھی جکڑا گیا تھا کیونکہ اس ملک پاکستان آرمی کی کمان بھی انگریز آفیسران کرتے ہیں اورانگریز آفیسران ہی پاکستان آرمی کا حصہ ہیں۔

ویسے تو یہ دونوں ملک پاکستان اور ہندوستان آزادی کا خمیازہ بھگت رہے ہیں لیکن پاکستان اور مسلمانوں کو جو نقصان ہوا اور ہورہا ہے اس کا حساب یوں لگائیں کہ آج کی گنتی کے مطابق برصغیر پاک و ہند میں 82 کروڑ

مسلمان آباد ہیں ان 82 کروڑ مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی سازش تیار کی گئی تھی اور انگریز اس چال میں کامیاب ہو گیا مسلمان قوم تقسیم ہوئی بلکہ تقسیم در تقسیم ہوئی کیونکہ پاکستان کے بعد بنگلہ دیش وجود میں آیا اور جو مسلمان ہندوستان میں ہیں وہ ہندوؤں کے رحم وکرم پہ ہیں۔ شہروں کے شہر اُجاڑ دیئے جاتے ہیں پوری بستی کی بستی کو ہندو آگ لگا دیتے ہیں وہ بھی دعا کرتے ہوں گے قائداعظم کو کہ ملک آزاد کرا لیا اور پاکستان میں جو بچے کھچے ہندو اور عیسائی وغیرہ رہتے ہیں وہ ہمارے نام نہاد علماء سُو کے رحم وکرم پہ ہیں کیونکہ ہر آئے دن ہمارے نام نہاد علماء سُو جھوٹے مقدمے درج کروا کر اور اقلیتوں کی عبادت گاہوں پر خودکش حملے کروا کر اسلام کی خدمت کر رہے ہیں جو کہ سراسر اسلام کے منافی ہے یہ تو آگے دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور کون سچا اور وہ کون ہے جو جھوٹا ہے میں تو بیکار آدمی ہوں میری تو ناقص عقل یہی کہتی ہے کہ جس محبوب خدا کو جس حضرت محمد ﷺ کو پوری کائنات کیلئے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہو وہ کسی انسان کیلئے زحمت نہیں بن سکتے خواہ وہ کئی مذہب ہی کیوں نہ رکھتا ہو خدا تعالیٰ اور حضور پاک ﷺ کبھی بھی اُن نام نہاد علماء سُو اور نام نہاد مسلمانوں کو زیارت اور بخشش نہیں فرمائیں گے جو کہ جھوٹ کے دعوے دائر کروا کر بے قصور لوگوں کو قید یا

پھانسی دلواتے ہیں۔
ہندوستان میں بھی وہ پنڈت، پادری وغیرہ جو اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو چھوت چھات اور ذات پات کے نام پر لوگوں کے کانوں میں گرم سریا ڈلوا دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوق کو آگ میں زندہ ڈال دیتے ہیں وہ پنڈت اور پادری اور ٹھاکر بھی جہنم کی آگ کا ایندھن ہی بنیں گے۔ کوئی مذہب ہو دنیا میں چاہے اسلام ، ہندو، بدھ مت، سکھ اور عیسائی ہو کوئی مذہب کسی بھی برائی کا حکم نہیں دیتا بلکہ برے کاموں سے اور تمام برائیوں سے روکنے کا حکم دیتا ہے کوئی مذہب چاہے دنیا کے کسی کونے میں ہی کیوں نہ ہو کبھی انسان کو ذلیل و رسوا کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ سختی سے حکم دیتا ہے کہ عزت کر، احترام کر انسان کا۔

جب اللہ تعالٰی نے آدم کا مٹی سے بوتا بنایا تو فرشتوں کو حکم دیا کہ آدمؑ کو سجدہ کرو جس پر ابلیس اس فرمان سے انکاری ہوا اس لئے کہ یہ تو مٹی کا بوتا ہے آدم تو نہیں ہے پھر اللہ تعالٰی نے اُس مٹی کے بوتے میں روح پھونکی جس میں زندگی آ گئی پھر ابلیس کو حکم ملا اب سجدہ کرو، ابلیس پھر انکاری ہوا اس لئے کہ میں اور میرے فرشتوں کی فوج رات دن آپ کی عبادت کر رہے ہیں ہم فرشتے ہیں ہم آگ سے ہیں یہ آدم مٹی سے ہیں پھر اللہ تعالٰی نے آدم کو علم دیا اور آدمؑ بن گیا انسان یعنی تمام مخلوق سے اشرف یعنی اشرف المخلوقات پھر بھی انکاری ہوا ابلیس۔ اس لئے کہ ابلیس تو فرشتوں کا سردار تھا اُسے اپنی سرداری ختم ہونے کا خطرہ لاحق ہو گیا جس کی وجہ سے ابلیس نے یعنی سردار نے اللہ تعالٰی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اللہ تعالٰی نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو مٹی کو، سجدہ کرو آدمؑ کو جھکو آدمؑ کے آگے مٹی کے آگے ،انسان کے آگے عاجزی کرو، انکساری سے پیش آؤ یہ ایک انسان کیلئے پیغام ہے فرشتوں کو حکم دیا گیا اور انسان کو پیغام پہنچا کہ حقیر سمجھو اپنے آپ کو دوسرے انسان سے۔

لیکن ہم مسلمانوں نے اور تمام مذاہب کے انسانوں نے برباد کیا انسان کو ذلیل ورسوا کیا قتل کیا اُسی آدم کو اُسی مٹی کو جس کو خدا تعالٰی نے اپنے ہاتھوں

سے تشکیل کیا اپنے ہاتھوں سے خوبصورتی دی اور علم دیا اُسی انسان کو ہم نے قتل کر دیا اب بچا ہی کیا ہے ہمارے لئے خدا کو کیا جواب دیں گے۔ ہم نے مسجد میں بیٹھ کر مندر و گرجا اور گردوارے میں بیٹھ کر رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جب عبادت گاہوں سے باہر نکلے تو انسان کو تھپڑ مار دیا کسی انسان کو گولی مار دی، کسی انسان کو چھرا گھونپ دیا پھر ہم لوگ عبادت گاہوں میں چلے گئے عبادت کیلئے۔

اللہ تعالیٰ نے عبادات میں سے حقوق العباد کو پہلے رکھا اور دوسرے نمبر پر حقوق اللہ، ہم نے حقوق اللہ ادا کر کے حقوق العباد برباد کر دیئے اور خواہش رکھتے ہیں بخشش کی جو کہ ناممکن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا کہ میں اگر چاہوں تو اپنے حقوق معاف کر سکتا ہوں لیکن انسان کے حقوق انسان خود جب تک معاف نہ کرے میں اللہ تعالیٰ معاف نہیں کروں گا۔

بات ہی بات میں لفظ سردار آ گیا اس کائنات میں دو لفظ ایسے ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کی ضد ہوتے ہیں جیسا کہ سردار، سرِ دار۔

سرِ دار۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننے والے یعنی انبیا کرامؑ اور نیکی کی تلقین کرنے والے اور برائی سے روکنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے آگے جھکنے والے، عاجزی و انکساری سے پیش آنے والے اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم

کرنے والے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کی پاداش میں تکلیفیں اور صعوبتیں برداشت کرنے والے سردار ہی کہلائیں گے، جیسا کہ آل رسول ﷺ۔

سردار۔ سردار کے معنی سر رکھنے والا اپنا سر قائم کرنے والا دوسروں کا سر قلم کرنے والا اپنی جھوٹی شان اور آن کی خاطر دوسروں کو قتل کرنے والا اپنی جھوٹی عزت و وقار کی خاطر پوری انسانی دنیا کو تباہ و برباد کرنے والا اپنی جھوٹی شان و آن کے خلاف چاہے اُس کی اپنی اولاد ہو یا والدین ہوں یا بھائی ہو بھتیجا ہو بغیر قتل کئے چین سے نہیں بیٹھیں گے، اسے کہتے ہیں سردار۔

ابلیس سردار ہے، فرعون سردار تھا، نمرود تھا، ابوجہل تھا، ابولہب تھا یہ تمام سردار خدا کے دشمن اور خدا کے رسول ﷺ کے دشمن اور خدا کی بنائی ہوئی مخلوق کے دشمن یعنی انسان کے دشمن، ان سرداروں کا کوئی دین نہیں یعنی موجودہ جو سردار ہیں وہ بھی خدا کے دشمن ہی کیونکہ موجودہ سردار بھی اپنے آپ کو خدا سمجھتے ہیں ان سرداروں کا کوئی مذہب نہیں کم از کم مسلمانوں کے دین و مذہب سے موجودہ سرداروں کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، پہلی بات مسلمانوں کی یہ ہے شریعت محمدی ﷺ پر قائم رہنا اور عمل کرنا اس پر عمل نہ کرنے والا مرتد ہے جو کبھی مسلمان نہیں بن سکتا، اسلام میں مرتد کیلئے

واپسی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ پہلے پہلے تو اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ سردار کی ایک سے زیادہ بیویاں ہیں تو سردار کے مرنے کے بعد سردار کی وہ اولاد وراثت کی حقدار ہوگی جو کہ سردار کے اپنے قبیلے سے اُسکی بیوی کی اولاد ہو وگرنہ دوسری بیویوں کی اولادیں وراثت سے محروم جائیں گی۔ جیسا کہ نواب اکبر بگٹی کا بیٹا جمیل بگٹی کی والدہ پٹھان خاندان سے ہے اس لئے جمیل بگٹی والد کی وراثت سے فارغ ہیں۔

ہمارے علماء سُو بھی ان سرداروں کے ساتھ ملے ہوئے ہیں ورنہ شیعہ کافر کہنے کی بجائے سردار کافر کہتے ہمارے علماء سُو نے ڈالر کمانے کیلئے مختلف تنظیمیں بنا ڈالیں کافر کافر شیعہ کافر کہتے کہتے خدا کی عبادت سے بھی گئے اور گناہ میں بھی پھنستے گئے یہ علماء سُو سرداروں کے دوست اور بھائی ہیں، اور ان سرداروں سے یعنی کافروں سے ملے ہوئے ہیں ورنہ کافر کافر شیعہ کافر کہنے کی بجائے کافر کافر سردار کافر کہتے پھرتے۔

کیونکہ یہ کافر اور مرتد لوگوں کے ساتھی ہیں سرداروں اور نوابوں کے جرگہ سسٹم کو دوام بخشنے والے علماء سُو ہی ہیں ویسے تو کسی کو اس انداز سے کافر کہنا اچھی بات نہیں لیکن ہم مجبور ہیں ان کو یعنی سرداروں کو کافر کہنے کیلئے کیونکہ یہ کافر لوگ یعنی سردار لوگ ہمارے پیارے ملک پاکستان کی جڑوں میں گھس

گئے ہیں اور چوہے کی مانند پاکستان کے درخت کی جڑوں کو کاٹ لیا اور
درخت گرا پڑا ہے اب اللہ تعالیٰ اس درخت کو اُٹھانے والا سیدھا کھڑا
کرنے والا کوئی بھیج دے ورنہ درخت سوکھ جائے گا اور یہ مرتد لوگ سوکھی
لکڑی کو بھی کاٹ کر کھا جائیں گے آج میں ان سردار نواب لوگوں کو کافر بلکہ
مرتد کہہ رہا ہوں اور ثابت کروں گا اگر یہ کافر و مرتد ثابت نہ ہوئے تو میری
سزا گولی اگر یہ ثابت ہو گیا کہ یہ سردار جاگیردار اور نواب لوگ مرتد ہیں تو
مہربانی کر کے ہمارے ملک پاکستان کو چھوڑ کر کہیں دور چلے جائیں جہاں
اُن کے اپنے ہوں۔

خاص کر اُن سرداروں نوابوں کو مرتد لکھ رہا ہوں جو کہ بلوچ قبائل کے نواب
جاگیردار ہیں کیونکہ میری تحقیق بلوچ سرداروں تک ہے ورنہ پنجاب کے
چوہدری اور سندھ کے وڈیرے بھی اسی زمرے میں آتے ہیں، ہاں البتہ
پٹھانوں سرداروں ملکوں کا میں نہیں کہوں گا کیونکہ اُن میں اکثر مسلمان ہیں
جیسا کہ باچا خان کا بیٹا عبدالغنی وغیرہ۔ یہ تو ہمارے قبائل کے سرداروں
نوابوں جاگیرداروں کا احوال ہے ان کے ساتھ جو علماء سُو ملے ہوئے ہیں
اُن کے حالات بھی سنتے جائیں

میں سوچتا ہوں کہ حضرت بلالؓ کی اذان میں ایسی سچائی اور لگن تھی کہ جب

تک حضرت بلالؓ نے اذان نہ دی اُس وقت تک رات قائم رہی سورج کو بھی طلوع ہونے کیلئے حضرت بلالؓ کی اذان کا انتظار کرنا پڑا، یہی وجہ ہے کہ کوئی کام بھی محنت لگن اور سچائی سے نہ ہو تو اُس کام کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

خواجہ خورشید انور صاحب جب کسی فلمی گانے کی موسیقی ترتیب دینے لگتے تو یعنی جب کسی گانے کی دھن تیار کرتے تو ایسی محنت، لگن، سچائی اور دل کی گہرائیوں سے سچی نیت اور دنیا سے بے نیاز ہو کر کرتے کہ سگریٹ پیتے وقت کئی دفعہ اُن کی انگلیاں سگریٹ سے جل جاتیں اگر خواجہ خورشید انور صاحب گانے کی دھن صحیح طور پر تیار نہ کر پاتے تو فلمیں ناکام ہونے کا خطرہ ہوتا اگر فلمیں ناکام ہوتیں تو پوری فلم انڈسٹری پر اثر ہوتا جس میں ہزاروں لوگوں اور اُن کے بچوں کے روزی روٹی کا مسئلہ پیدا ہوتا ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے خواجہ خورشید انور صاحب موسیقی صدقِ دل سے تیار کرتے تھے۔

ہمارے علماء سُو اذان دیتے ہیں یعنی اذان نماز کیلئے بلاوا ہوتا ہے بلاوا ایسا ہونا چاہیئے کہ لوگ جوق در جوق نماز کی طرف دوڑتے چلے آئیں لیکن ہمارے علماء سُو اذان ایسے صدق دل سے دیتے ہیں جو کہ نماز کا بلاوا کم او رلڑائی جھگڑے کا بلاوا زیادہ لگتا ہے کیونکہ بغیر وضو کے اذان دیتے ہیں اور

تقریر بھی بغیر وضو کے ہی کرتے ہیں، خدا تعالٰی کی اذان کا اور عبادات کا مقصد ہی ان علماء سُو نے تبدیل کر دیا ہے۔ ساری زندگی ہمارے لوگ حق نواز جھنگوی کو سنتے آئے ہیں میں نے بھی ایک دفعہ اتفاقاً ٹیپ ریکارڈر پر تقریر حق نواز جھنگوی صاحب کی سنی آج تک میرے کانوں میں اُس تقریر کے الفاظ گونج رہے ہیں لیکن میں ایسے الفاظ نہیں دہراؤں گا کیونکہ اُس تقریر کو کوئی لوفر لچر قسم کا آدمی بھی پسند نہیں کرے گا۔ ہماری ذہنی پسماندگی کا اندازہ اس تقریر سے ہو جاتا ہے کہ ساری زندگی اس تقریر کی گالیاں کیسے سنتے رہے اور پھر نعت خواں ایسے جیسے فلمی انڈین گانے کی دھن پہ کوئی گانا گا رہے ہوں۔ نعت خواں کم اور گلوکار زیادہ لگتے ہیں جب حمد اور نعت کا اپنا تقدس ہی برقرار نہ رہے تو وہ نعت کہنا الٹا گناہ میں شمار ہوتا ہے اور سننے والوں کیلئے بھی گناہ ہے، آج کل ہمارے ملک پاکستان میں تحفظ ناموس رسالت ﷺ کیلئے جلسے جلوس ہڑتالیں اور توڑ پھوڑ ہو رہی ہے جو کہ سراسر اسلام کے منافی ہے میں تو کہتا ہوں جو شخص گستاخی رسول ﷺ کا مرتکب ہوا ہو اگر خدا تعالٰی اور انبیاء کرامؑ خصوصاً نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ گستاخ رسول ﷺ کو قتل کر دو تو گستاخی رسول ﷺ کے مرتکب شخص کو موقع پر ہی قتل کر دو بلکہ جو شخص چشم دید گواہ ہے اُس گواہ ہی پر لازم ہے کہ اللہ تعالٰی

کے حکم اور حضور اکرم ﷺ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہی گواہ ہی اُس لعین کو قتل کردے ورنہ عدالت میں جانے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ عدالت اگر شرعی عدالت ہے تو اُس دشمن رسول ﷺ کو انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے بعد ہی سزا دی جاسکتی ہے کیونکہ قرآن پاک میں انصاف کے بارے میں سختی سے صورت المائدہ میں حکم آیا ہے کہ '' خبردار کہیں دشمنی کے غلبے کی وجہ سے اپنا انصاف نہ کھودینا، یعنی انصاف کے معاملے میں دشمن کے ساتھ بھی شرعی قانونی تقاضے پورے کر کے ہی اُسے انصاف ملنا چاہیئے '' جو کہ پاکستانی عدالت میں ایسا ممکن نہیں؟

ہاں البتہ وہ شخص جو گستاخی کرے وہ کافر بلکہ مرتد، لعنتی سے بھی بدتر ہے لیکن اُس کی سزا، جزا کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے اوپر چھوڑ دینا چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم جیسے انسانوں سے غلطی سرزد نہ ہو جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نظام کو ہم جیسے انسانوں کیلئے سمجھنا ناممکن ہے کیونکہ اگر بدلہ لینا تھا یا قتل کرنا تھا تو اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا گستاخ اور انکاری تو ابلیس ہے، اگر گستاخ کو قتل کرنا واجب ہوتا تو رب اکبر اُس کو اُسی وقت ہی ختم کردیتے۔

ایک حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ '' ایک دفعہ حضور پاک ﷺ اپنے صحابہ کرامؓ کے ساتھ محفل میں وعظ و نصیحت فرمار ہے تھے کہ اتنے میں ایک شخص

آیا اور حضور پاکﷺ کی شان میں گستاخی کرنے لگا حضور پاکﷺ خاموشی سے سنتے رہے اور مسکراتے رہے، اتنے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے برداشت نہ ہوا اور اُس شخص کو غصے کی نگاہ سے دیکھا اور ڈانٹا جس پر حضورﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف ناراضگی سے دیکھا اور محفل سے اُٹھ کر چلے گئے، جس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور پاکﷺ سے معذرت کی تو حضور پاکﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ فرشتے اُس گستاخ شخص کو واپس جواب دے رہے تھے اور کچھ فرشتے میرے اوپر رحمتیں برسا رہے تھے آپؓ کے جواب دینے سے رحمتوں کا نزول رُک گیا"

"ایک دفعہ ابوجہل نے حضور پاکﷺ پر اتنا تشدد کیا کہ حضور اکرمﷺ تشدد کی وجہ سے زمین پر گر گئے اور ابوجہل نے حضور اکرمؐ کی گردن مبارک پر پاؤں رکھ دیا اُس کے بعد جب حضرت عباسؓ کو علم ہوا تو اُس نے ابوجہل پر اتنا تشدد کیا کہ وہ قریب المرگ تھا، حضور پاکﷺ سے فرمانے لگے کہ اے بھتیجے کیا تو میرے اس عمل سے راضی ہے تو حضور پاکﷺ نے فرمایا کہ میں اُس وقت راضی ہوں گا جب آپ اسلام قبول کریں گے"

"حضور پاکﷺ کی زندگی کا مشکل ترین وقت طائف کا مقام تھا جب

طائف کے لوگوں نے حضور پاک ﷺ کی ذات پر اتنے پتھر برسائے کہ حضور اکرم ﷺ کو بازؤں سے پکڑ کر پتھروں کے اندر سے نکالا جاتا تھا طائف کے لوگوں نے یہ عمل بار بار کیا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب سے فرمایا اگر آپ ﷺ کہیں تو میں طائف کے پہاڑوں کو ملا کر وہاں کے لوگوں کو تباہ و برباد کر دوں لیکن حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ مجھے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا ہے تو ان لوگوں کو معاف کر دیں اور ہو سکتا ہے کہ ان کی آنے والی نسلوں میں کوئی ایک شخص بھی اسلام لے آئے تو میری کامیابی ہو گی"

اللہ تعالیٰ نے، انبیا کرامؑ نے خصوصاً ہمارے نبی اکرمؐ نے اسلام کی خاطر اتنی قربانیاں دیں کہ ان تمام کے ثبوت آپ کے سامنے ہیں کیونکہ اگر صبر، تحمل، برداشت، درگزر نہ ہوتا اور نہ ہی واقعہ کربلا ہوتا اور نہ ہی اسلام ہوتا القصہ حضور پاک ﷺ پوری کائنات کیلئے رحمت ہیں چاہے وہ کوئی مذہب رکھتا ہو چاہے وہ کافر یا مرتد ہی کیوں نہ ہو آپ کی ذات اُن کیلئے رحمت ہیں۔

اس وقت تو ایسے لگتا ہے کہ ہمارا اسلام چند علماء سُو کے قبضے میں ہے یا اسلام کو اغوا کر کے کسی کے ہاں گروی رکھ دیا ہے کیونکہ ہر آئے دن اسلام کی

تعلیمات کو بھلا کر تحفظ ناموس رسالت کا نعرہ لگا کر ہلڑ بازی کرتے رہتے ہیں جلسے جلوس کے سلسلے میں ایک موقع پر ہڑتال ہو رہی تھی اُس جلسے میں دھواں دار تقریریں ہو رہی تھیں اُسی وقت ایک عورت کو گاڑی میں ڈال کر ڈلیوری کے سلسلہ میں ہسپتال لے جایا جا رہا تھا جن کو تحفظ ناموس رسالتؐ کے حق میں ہڑتال کی وجہ سے راستہ نہ دیا گیا جس کہ وجہ سے وہ عورت اور اُس کے پیٹ کے اندر معصوم بچہ کی اُسی چوک پر جان چلی گئی اُن علماء سُو اور ہڑتال کرنے والے مسلمانوں پر حضور پاکؐ کی ذات راضی ہو گئی کیونکہ عورت اور اُس کے بچہ نے موقع پر دم توڑ دیا اور علماء سُو حضرات حضور پاک ﷺ کو راضی کرنے کیلئے دھواں دار تقریریں کرنے میں مصروف تھے، کیا خیال ہے گستاخ رسولؐ ہم مسلمان بمع علماء سُو ہیں یا وہ جس کا مقدمہ عدالت میں چل رہا ہے۔

ہم مسلمان لوگ چوری کرتے ہیں گستاخ رسولؐ نہیں ہیں ہم والدین کو رات دن بے عزت کرتے رہتے ہیں جن کے قدموں میں جنت ہے کیا ہم گستاخ رسول نہیں ہیں، ہم رات دن رشوت اور سود کے چکر میں غریبوں کا حق مار رہے ہیں کیا ہم گستاخ رسول نہیں ہیں، ہم رات دن زنا خوری اور وہ بھی بڑے فخر سے بلکہ زنا بالجبر کرتے رہتے ہیں کیا ہم گستاخ رسول نہیں

ہیں۔

حضور پاک ﷺ نے سختی سے منع کیا ہے کہ کسی کے اوپر ظلم اور زیادتی نہ کرو کسی شخص کو ناجائز قتل نہ کرو اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا رب ہے حضور اکرمؐ تمام کائنات کیلئے رحمت بن کر آئے ہیں صحابہ کرامؓ وآل رسولؐ تمام کائنات کیلئے ہیں صرف مسلمانوں کیلئے نہیں۔ مسلمانوں کیلئے صرف چند باتیں مشترک ہیں یعنی حج ،نماز وغیرہ ورنہ تمام برائیوں سے روکا گیا پوری کائنات کو ۔اچھائی کی تلقین کی گئی تمام کائنات کو۔تمام کائنات کو جھوٹ بولنے سے منع کیا گیا۔سچ کا ساتھ دینے کیلئے حکم دیا گیا پوری کائنات کو۔علماء سُو نے کیوں دین کا ٹھیکہ اُٹھا رکھا ہے بلکہ اللہ اور نبی اکرمؐ کے دین کو مسخ کر کے پیش کیا جارہا ہے دین اسلام کا تصور ہی برباد کر دیا گیا ہے۔دین اسلام کو علماء سُو نے تماشا بنا کر رکھ دیا ہے۔آپ شیعہ سنی کا تماشا دیکھ رہے ہیں، میں بھی پچاس سال سے یہ تماشا دیکھ رہا ہوں اندر سے تمام علماء سُو شیعہ سنی ایک ہیں باہر سے خدا تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوق کو قتل کروا رہے ہیں، تمام دنیا ایک کالونی کی طرح بن گئی ہے۔دنیا کے کسی کونے میں کوئی کتاب اُس کا کوئی باب کوئی موضوع کوئی ورق کوئی ایک صفحہ آپ نے پڑھنا ہے تو انٹرنیٹ کے ذریعے سیکنڈوں میں یعنی چند چٹکیوں میں پڑھ اور دیکھ سکتے ہیں لیکن

ہمارے مسلمانوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا ایسا عذاب نازل ہو رہا ہے کہ آج تک ہم شیعہ سنی ایک دوسرے کو جھوٹا اور سچا ثابت نہ کر سکے، پوری دنیا میں جتنے بھی مذاہب ہیں اُن تمام مذاہب کے اکابرین کی تمام مذاہب کے لوگ عزت واحترام کرتے ہیں لیکن ہمارے مسلمان اپنے ہی اکابرین کی عزت واحترام تو ایک طرف بلکہ کئی بار گستاخیوں پہ اُتر آتے ہیں ہمارے مسلمانوں کی بدبختی اس سے زیادہ اور کیا ہوگی کہ ہمارے ولی اولیا، صحابہ کرامؓ وآل رسولؐ سے لے کر حضور پاک ﷺ کی ذات تک ہم مسلمانوں کی زبان سے محفوظ نہیں رہے جبکہ ہم مسلمانوں کا دین سچا ہمارا اللہ سچا ہمارا قرآن سچا ہمارا نبیؐ سچا، اللہ تعالیٰ کی پوری کائنات کو چلانے والے اصول اور امام سچے تو تم مسلمان لوگ اپنے مسلمان بھائیوں سے اور کون سا ثبوت چاہتے ہو خدارا اپنی عاقبت خراب مت کریں اپنی آخرت کو سنواریں اور اپنے آپ پر رحم کریں، اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کریں تا کہ آپ لوگوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے (آمین ثم آمین)

﴿بلوچوں کا کمینہ جرگہ سسٹم﴾

بلوچ سرداروں کا اپنا ایک قبائلی نظام ہے جو کہ جرگہ نظام اس وقت بھی رائج

ہے اس جرگہ میں عدالت کی کتاب کا نام تورا ہے،اسی تورا کتاب کے قانون سے مدد لی جاتی ہے جو کہ انگریزوں نے ان سرداروں کو اپنے حقوق کے تحفظ اور پالیسیوں کو مضبوط کرنے کیلئے تورا کتاب کا قانون لکھ کردیا تھا جو کہ آج تک رائج ہے،اس نظام کے فیصلے جو سنائے گئے ہیں وہ میں اپنے دوست مظاہر مزاری کے بقول پیش کررہاہوں مظاہر حسین بھی مزاری خاندان سے ہے، میر بلخ شیر مزاری کے کزن ہیں لیکن مظاہر کی دادی اماں کسی اور قبیلے سے تھی جس کی وجہ سے مظاہر حسین کے خاندان کو کوئی زمین اور جائیداد نہ ملی ،مظاہر حسین خان مزاری اب عدالتوں سے رجوع کئے ہوئے ہے جو کہ کچھ رقبہ سینکڑوں مربع کی صورت میں ہے مل گیا ہے باقی ملنا باقی ہے۔روجھان مزاری میں مظاہر حسین خان کا کیبل وغیرہ کا کاروبار ہے اب جرگہ نظام کے فیصلوں کی طرف آتے ہیں۔

بلوچ کی عورت کسی دوسرے بلوچ کے ساتھ پکڑی گئی بلوچ نے اپنی عورت کو قتل کردیا اُس عورت کا آشنا بلوچ بھاگ گیا یا پھر چھوڑ دیا گیا تو عورت کا وارث سردار نواب لوگوں کے ہاں جرگہ میں جائے گا ،نواب کے سامنے مقدمہ پیش ہوگا تو پھر اُس تورا قانون کی کتاب کے مطابق فیصلہ سنائے گا ،فیصلہ یوں ہے کہ عورت کے وارث کو پانچ لاکھ رقم اور دو رشتے لڑکیوں کے

دیے جائیں گے یعنی جرمانے کی صورت میں جو بلوچ عورت کے ساتھ پکڑا گیا وہ ادا کرے گا۔ بعض اوقات جو عورت قتل نہیں ہوتی اُسے کاروکاری قرار دے کر اُس عورت کے وارث اُس پکڑی ہوئی عورت کو ذرا دوگنا قیمت وصول کر کے بیچ دیتے ہیں۔

اگر چھوٹی ذات کی عورت پکڑی گئی مثلاً موچی، پاولی، درکھان، لوہار، میراثی وغیرہ کی عورت کسی بلوچ کے ساتھ پکڑی گئی تو اُس چھوٹی ذات والے نے اپنی عورت کو قتل کر دیا اور بلوچ بھاگنے میں کامیاب ہوگیا تو چھوٹی ذات والا جرگہ میں جائے گا، جرگہ کے فیصلے کے مطابق اُس چھوٹی ذات والے کو ایک گدھا ڈیڑھ من پیاز جرمانہ کی صورت میں دیئے جائیں گے، ایک مقدمہ 35 سال سے روجھان مزاری میں رکا ہوا ہے کہ چھوٹی ذات والا ڈیڑھ من پیاز اور گدھا لینے کو تیار نہیں ہے، کیونکہ بلوچ کی عزت سونے جیسی قیمتی ہے اور کمی یعنی چھوٹی ذات والے کی عزت بالکل نہیں ہے یعنی چھوٹی ذات والے کو اتنا نیچ سمجھا گیا ہے۔

بازار میں کچھ نوجوان کندھا سے کندھا ملا کر چل رہے تھے ایک نے دوسرے نوجوان کو دھکا دیا یا پھر دھکا ویسے لگ گیا جس نوجوان کو دھکا لگا وہ کسی ضعیف العمر بزرگ پہ جا گرا بزرگ تو خیر گرتے گرتے بچ گیا لیکن بزرگ کی پگڑی

جو سر پہ باندھی ہوئی تھی وہ نیچے زمین پہ گر گئی پگڑی کا گرنا تھا کہ پورے شہر روجھان مزاری میں سکتہ طاری ہو گیا کچھ دیر بعد پھر تھوڑی سی ہل چل ہونے لگی پھر رفتہ رفتہ افسوس سی صورت حال میں لوگ اوہ اوہ کرنے لگے یعنی پگڑی کے گرنے کا افسوس ہونے لگا وہ بزرگ اپنے ڈیرے پہ بیٹھ کر تین دن تک سوگ مناتا رہا اور لوگ آتے جاتے رہے افسوس کرتے رہے جس طرح فوتید گی پہ فاتحہ خوانی ہوتی ہے اسی طرح پگڑی کی فاتحہ خوانی تین دن تک جاری رہی چوتھے روز بزرگ کے بیٹے بھتیجے حرکت میں آ گئے معلوم ہوا کہ فلاں نوجوان نے ٹکر ماری تھی ٹکر مارنے والا یعنی دھکا دینے والا ذرا بزرگ کی برادری سے زیادہ یعنی زور والا تھا جو بزرگ پہ جا گرا وہ برادری میں تھوڑا کمزور تھا رسی بھی کمزور جگہ سے ٹوٹتی ہے رات کے وقت بزرگ کے نوجوانوں نے جا کر جو برادری میں کمزور نوجوان تھا اُس نوجوان کی ناک کاٹ ڈالی ہفتے تک نوجوان ہسپتال پڑا رہا جب ہسپتال سے فارغ ہوا تو جرگہ کی طرف رجوع کیا جرگہ میں فیصلہ ہوا کہ ناک کاٹنے والے پندرہ ہزار جرمانہ ادا کریں گے اور جس کی ناک کاٹی گئی وہ بیس ہزار پگڑی گرانے کا جرمانہ ادا کرے گا۔ یعنی ناک کی قیمت پندرہ ہزار اور پگڑی کی قیمت بیس ہزار یعنی پگڑی کی قیمت ناک کاٹنے کی قیمت سے پانچ ہزار زیادہ ہے یہ جو

سردار نواب جرگہ سسٹم کے مالک ہیں، ہماری حکومت میں بھی یہی لوگ ہیں، حزب اختلاف میں بھی یہی لوگ ہیں ان لوگوں کی ن لیگ اپنی ہے PPP اپنی ہے اے این پی اپنی ہے، ق لیگ اپنی ہے یہ لوگ اپنی اپنی باری کا صرف انتظار کرتے رہتے ہیں اور پاکستان کی غریب عوام کو بیوقوف بناتے رہتے ہیں جب یہ سیاسی لوگ ٹی وی پہ آتے ہیں دھواں دار تقریر جھاڑتے ہیں اپنی حکومت کی تعریف کرتے نہیں تھکتے، حزب اختلاف والے حکومت کی خامیاں نکالتے رہتے ہیں اگر میرے سامنے ہوتے اور میرے اختیار میں ہوتا تو ان سرداروں نوابوں جاگیرداروں کی ناک کاٹ کر بیس ہزار جرمانہ بھی ادا کر دیتا۔

امریکہ کی پارلیمنٹ اور حزب اختلاف والوں کو علم ہوا کہ ہمارے صدر صاحب اپنی سیکریٹری سے عشق فرماتے رہے ہیں تو صدر صاحب کو اتنا مجبور کیا گیا کہ تمام دنیا والوں سے اور خاص کر اپنی عوام سے معافی مانگنی پڑی اور پوری دنیا کو میڈیا کے ذریعے دکھایا گیا وہاں عشق وغیرہ کرنا کوئی جرم نہیں ہے لیکن بات یہ تھی دراصل صدر صاحب نے جھوٹ کیوں بولا عشق کو چھپایا کیوں، بد دیانتی کیوں کی بدنیتی سے کام کیوں کیا۔

ہمارے سیاست دان اور لیڈر اتنے بے غیرت لوگ ہیں کہ اپنی ہی بہو

بیٹیوں کی عزتیں نوچتے رہتے ہیں تو پاکستان کی غریب عوام کی عزت کیسے محفوظ رہ سکتی ہے، ہمارے وزیر مشیر وغیرہ رات کو بیسیوں عورتیں ہوٹلوں میں یا پھر کسی ریسٹ ہاؤس میں بک کروا کے ساری رات اُن سے زنا خوری کرتے رہتے ہیں اور دن کو ہمارے ملک کی غریب عوام کی عزت کے رکھوالے بن کر ہماری ماں دھرتی یعنی پاکستان کی دھرتی سے زنا خوری کرتے رہتے ہیں بلکہ زنا بالجبر کرتے رہتے ہیں۔

﴿قائد اعظم﴾

قائداعظم محمد علی جناح جو کہ اصل نام کچھ اور تھا فرضی نام محمد علی تھا جو کہ کراچی پرائمری اور پھر ماڈل ہائی سکول تک یا مڈل ماڈل سکول تک یہ نام داخل ہو کر داخل ہی پڑا رہا، کیونکہ انگریز ہم مسلمانوں سے کم از کم ایک صدی آگے تک سوچتے ہیں اور ہم مسلمان کئی صدیاں پیچھے رہ جاتے ہیں، قائداعظم کے والد صاحب پونجا جناح قومیت ریڈ انڈین امریکی شہری تھے اور مذہب ہندو پارسی تھا، بہت بڑے تاجر تھے مختلف یورپین ممالک میں تجارت کرتے تھے خاص کر برطانیہ میں اُن کا کاروبار تھا، برصغیر پاک و ہند میں تجارت کے سلسلے میں آتے جاتے رہتے تھے کبھی کبھار اپنی بیوی کے ساتھ تجارت کے سلسلے میں دنیا کا چکر لگاتے رہتے تھے ۔ سمندری جہاز اُن کا اپنا ہوتا تھا تقریباً ہر بندرگاہ کے پلیٹ فارم پر کم از کم ایک مکان بھی اُن کا اپنا ہوتا تھا ایک دفعہ بیوی سمیت اپنے جہاز میں سفر کرتے ہوئے دیبل کی بندرگاہ جسے آج کل ٹھٹھہ کہا جاتا ہے رہائش پذیر ہوئے اور ٹھٹھہ ہی میں قائداعظم صاحب کی ولادت ہوئی، جب اُن کی عمر سکول پڑھنے کی ہوئی تو کراچی کے کسی پرائمری سکول میں ہی داخل کروایا گیا پرائمری تک تعلیم دلوا کر واپس اپنے وطن روانہ ہو گئے لیکن برصغیر پاک و ہند کے میڈیا جسے اُس وقت

انگریز حکومت اور جاگیردار ٹولہ کی سرپرستی حاصل تھی اُس میڈیا نے قائد اعظم کو میٹرک تک تعلیم کراچی میں دلوائی جو کہ سراسر جھوٹ ہے اگر قائد اعظم صاحب میٹرک تک کراچی میں پڑھتے رہے ہوتے تو قائداعظم صاحب اردو زبان کے ماہر ہوتے کیونکہ کراچی کی مادری زبان ہی اردو ہے۔ لیکن قائداعظم صاحب کو تو اردو زبان آتی ہی نہیں تھی دوسری بات قائد اعظم صاحب کو انگریز میڈیا نے مسلم ثابت کرنے کیلئے دنیا کی تمام لائبریریوں کو جھوٹ کی تحریروں سے بھر دیا اگر قائداعظم صاحب مسلم ہوتے تو اُن کی دو بیویاں تھیں ایک تو مسلم ہوتی جبکہ ایک بیوی ہندو پارسی جس کا نام رتن بائی ہے اور دوسری عیسائی مذہب سے ہے جس کا نام رانا بائی ہے۔ قائداعظم صاحب کی ایک صاحبزادی تھی جن کا ہندوانہ نام دینہ ناتھ رکھا گیا تھا بیٹی کی شادی کیلئے مسلم باپ کا مشورہ اور موجودگی ضروری ہوتی ہے موجودگی نہ سہی مشورہ تو ضروری ہے کیونکہ مسلم باپ کی بیٹی کی شادی ہو رہی ہے وہ بھی ہندو پارسی سے اُس وقت کے میڈیا والوں نے قائداعظم صاحب کی ناچاقی کا ڈرامہ رچایا اور قائداعظم صاحب کی ساس اور بیوی کا قصور ثابت کر دیا جیسے یہ قائداعظم صاحب کے گھر کے آدمی ہوں لیکن میں کہتا ہوں کہ اُس وقت کے میڈیا والے انگیریزوں کے گھروں کے نوکر

ہوا کرتے تھے ۔اور قائداعظم کی ایک مسلمان بہن تھی جو کہ مسلمان بھائی ہوتے ہوئے بھی اپنی اکلوتی بہن کی شادی نہ کروا سکے یہ تمام جھوٹ قوم سے اس لئے بولا اور لکھا گیا کہ قائداعظم صاحب مسلمان قوم کے لیڈر کہلائیں مجھے اس بات کی سمجھ نہ آئی کہ ایسی قوم کا کوئی کیا کرسکتا ہے کہ اگر قائداعظم صاحب مسلم تھے تو ہمارے ملک پاکستان کے بانی تھے مسلمان قوم کے محسن تھے، مسلمان قوم کے لیڈر اور خیرخواہ تھے ورنہ اگر قائداعظم ہندو ہوتے تو مسلمانوں کے نہ قائد تھے نہ بانی تھے نہ محسن تھے اس کا مقصد ہے کہ پاکستان میں جتنے ہندو سکھ عیسائی وغیرہ رہتے ہیں وہ پاکستانی نہیں ہیں اور جو بھارت میں مسلمان سکھ عیسائی رہتے ہیں کیا ہندوستان اُن کا ملک نہیں ہے، اگر پاکستان میں صرف اور صرف مسلمان رہ سکتے ہیں تو اُس قوم کو اللہ تعالیٰ ہی ہدایت دے سکتا ہے ورنہ میں تو ناچیز سا بندہ ہوں۔

پاکستان میں جتنے بھی مذاہب کے لوگ رہتے ہیں وہ تمام کے تمام پاکستانی ہیں اور پاکستان ہی اُن کا اپنا پیارا ملک ہے۔اور جتنے ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں اُن کا اپنا پیارا ملک ہندوستان ہی ہے۔

برصغیر پاک و ہند کی غریب عوام جو کہ محنت کش عوام اور طاقتور عوام تھے اُن کے خلاف ایک ایسی سازش تیار ہوئی کہ جب برصغیر پاک و ہند خون میں

لت پت ہو کر دو ٹکڑوں میں تقسیم ہو رہا تھا تو انگریز کی اولاد جاگیردار طبقہ یہ سوچ رہے تھے کہ قائداعظم صاحب کو زہر دے کر ہم پاکستان پر قبضہ کر لیں گے جو کہ ایسا ہی ہوا کیونکہ پاکستان بننے کے بعد جو اہم ادارے تھے اُن اداروں کے اہم عہدوں پر 95% نواب، سردار اور جاگیردار طبقہ تھا اور ہے۔

آج بھی 63 سال پہلے والے حالات اب بھی موجود ہیں اور وہی حالات پیدا کر کے وہی پرانا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔

پاکستان کے عوام کی بدبختی ہے کہ 63 سال گزرنے کے باوجود اب پاکستان آرمی میں اِکا دُکا جرنیل غریب خاندان سے بھرتی ہو رہے ہیں ورنہ نواب سردار لوگ ہی پاکستان آرمی کے جرنیل ہیں اور وہی جرنیل جو اپنی بیٹی کے ساتھ خود وردی میں اور بیٹی نیم برہنہ حالت میں بلکہ پوری برہنہ حالت میں بازاروں اور کلبوں میں گھوم رہے ہوں جس ملک کے جرنیل کی بیٹی کو نوجوان سپاہی سوئمنگ پول میں تیراکی سکھلا رہا ہو وہ سپاہی ملک کی حفاظت خاک کرے گا ہماری آرمی صرف اور صرف صوبیدار کے نیچے تک ہے اوپر جو جرنیل ولدیت مضبوط رکھتے ہیں وہ GHQ میں بیٹھے حکم دے رہے ہیں اور جو آفیسر یا سپاہی ولدیت ہی نہ رکھتا ہو وہ بارڈر پر ذبح ہونے

کیلئے تیار رہے۔

پھر ہماری آرمی کا قانون وہی پرانا انگریزوں والا ہمارا صوبیدار جو کہ ان پڑھ ہوتا ہے ایک پڑھے لکھے MSc کیے ہوئے ان سپاہیوں کو وہی پرانی زبانی سے ہانکتا ہے جیسے گدھا کو ہانکا جاتا ہے وہ پڑھا لکھا سپاہی ملک کی حفاظت کا کیا سوچے گا جو اپنے ہی صوبیدار کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

امریکی صدر اوباما کی پنسل یا کاغذ گرنے کی صورت میں وہ امریکی صدر کرسی سے اُٹھ کر نیچے زمین پر ہاتھ پھیرتا نظر آتا ہے کیونکہ کیمرہ کی آنکھ سے سب کچھ واضح نظر آرہا ہے کہ صدر صاحب زمین میں بیٹھ کر الماری کے نیچے جھانکتے ہوئے کوئی چیز تلاش کر رہا ہے لیکن ہمارے آرمی یعنی پاک آرمی کے ایک جنرل صاحب پنسل انگلیوں میں گھمانے کی کوشش میں سارا دن پنسل گراتے رہتے ہیں اور ڈیوٹی پر مامور باہر کھڑا سپاہی سارا دن پنسل اُٹھا اُٹھا کر جنرل صاحب کے ہاتھ میں دیتا رہتا ہے، اکثر جرنیل فوجی جوانوں کے ساتھ یہی رویہ اپنائے ہوئے ہیں کیونکہ فوجی جوانوں کو اذیت دینا ہی جرنیلوں کیلئے باعث سکون ہے کیونکہ یہ تمام جرنیل نواب ،سردار اور جاگیردار خاندان سے ہیں اب کچھ صورحال تبدیلی کی طرف آرہی ہے پرانے بڈھے جرنیل ریٹائر ہو رہے ہیں اُن کی جگہ نئے آفیسران جو کہ

غریب طبقے سے آرہے ہیں۔
جتنا نقصان ملکی سرحدوں کو ملک کے جرنیلوں نے دیا کسی اور نے نہیں دیا اس ملک پاکستان میں آرمی جرنیل جو کہ اپنے ہی سپاہی کا راشن کھا جاتا ہے یہ چھوٹی سی کرپشن ہے جب یہ اپنے سپاہی کا راشن تک نہیں چھوڑتا تو اُس جرنیل سے ملک کی حفاظت کی اُمید کون بیوقوف کرسکتا ہے، یہ ملک پاکستان برطانیہ کی حکومت کے بعد امریکہ کیلئے سونے کی چڑیا ثابت ہوا وہ اس لئے کہ انگریز کی اولاد سردار، جاگیردار آرمی جرنیل اور مولانا حضرات کو امریکہ نے اپنی غلامی کا پٹہ اُن کے گلے میں ڈال کر ان حضرات کو دم ہلانے کا اور اپنے آقا امریکہ کیلئے رکھوالی کا احساس دلوایا کیونکہ پہلے یہ لوگ برطانیہ کے کتے تھے اب امریکی کتے ہیں، امریکہ کیلئے دم ہلاتے ہیں اور اُسی امریکہ کیلئے بھونکتے ہیں۔
پاکستان کے تمام اداروں کے ملازم چپڑاسی چوکیدار سے لے کر اعلیٰ آفیسران تک چھوٹے منشی چوہدری سے لے کر بڑے سیاستدان صدر وزیر اعظم تک آرمی کے صوبیدار سے اوپر جرنیل تک چھوٹے مسجد کے مولوی سے لے کر بڑے عالم سُو تک جو کہ پانچ ہزار کے عوض فتویٰ بیچتا ہے یہ تمام نظام سلطنت ایسے ایک دوسرے کے ساتھ جڑا ہوا ہے کہ چھوٹا رشوت لیتا

ہے یا بددیانتی کرتا ہے بڑے کی وجہ سے بڑا رشوت لیتا ہے اور بڑے کی وجہ سے جب یہ رقم سب سے بڑے کے پاس جاتی ہے تو اُس بڑے کا اکاؤنٹ باہر ملک ایسے بنکوں میں ہے جو امریکہ کی مختلف کمپنیاں چلاتی ہیں یا پھر گورنمنٹ امریکہ کی ملکیت ہیں، امریکہ آج ختم ہو جائے آرمی جرنیل خود بخود ختم ہو جائیں گے، آرمی جرنیل کے خاتمے کے بعد جاگیردار ختم، جاگیردار کے ختم ہوتے ہی مولانا حضرات خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

ہماری بدبختی ہے کہ تریسٹھ سال سے یہی کرپٹ نااہل نالائق اور بددیانت لوگ قابض ہیں ان بددیانت لوگوں نے امریکہ کے کہنے پر اور امریکہ کی بنی ہوئی مختلف ایجنسیوں کے تعاون سے جو کوئی بھی ذہین انسان نظر آتا ہے گولی سے اُڑا دیتے ہیں ورنہ اگر آج یہ لوگ ان ذہین فطین لوگوں کو قتل نہ کرتے تو دنیا کے تمام ترقی یافتہ ممالک میں سب سے پہلے نمبر پر آج پاکستان ہوتا، ذہین ترین لوگ ہی قتل ہوتے رہے اُن ذہین لوگوں کو نہ اقتدار تک آنے دیا نہ اُن لوگوں کو اکٹھا ہونے دیا کیونکہ اگر وہ ذہین لوگ جو آج مختلف ایجنسیوں میں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں اکٹھے ہو جاتے تو یہ بے غیرت سیاستدان جو گدھا سے بدتر ذہن کے مالک ہیں کبھی اقتدار پہ نہ ہوتے اور آرمی جرنیل جو کہ سیاستدانوں کے کرتا دھرتا ہیں آرمی

جرنیل کا کیا بچتا امریکہ کا کیا رہتا۔

امریکہ اور پاکستانی جرنیلوں نے القاعدہ بناڈالی اور طالبان تنظیم بنی روس کو ان طالبان اور القاعدہ کے توسط سے امریکہ اور پاکستانی جرنیلوں نے ختم کیا اُس وقت کا کمینہ جو میڈیا تھا اُن طالبان اور القاعدہ کو جہاد اسلام کا مجاہد قرار دے دیا اُن جہادی تنظیموں کو اسلامی دنیا کا محافظ قرار دے دیا میں سلام پیش کرنا چاہتا ہوں عبداللہ ملک جیسے لکھاریوں کو جنہوں نے کتاب ''طورخم کے اُس طرف'' لکھ کر پوری دنیا کے ذہین لوگوں کو بتا دیا تھا کہ افغانستان میں کیا ہو رہا ہے لیکن وہ کمینہ میڈیا جو کل تک القاعدہ اور طالبان کو جہادی، غازی اور حلالی قرار دے رہا تھا آج وہی میڈیا روس کے ٹکڑے ٹکڑے کروا کر القاعدہ اور طالبان کو دہشت گرد اور حرامی قرار دے رہا ہے۔

کل تک ہمارے نام نہاد علماء سُو نے روس کے خلاف القاعدہ اور طالبان کے حق میں فتوے جاری کئے تھے آج وہی ہمارے ملک پاکستان کے عالم سُو بلکہ پوری دنیا کے عالم سُو لوگوں نے القاعدہ اور طالبان کے خلاف اور اپنے آقا امریکہ کے حق میں فتوے جاری کئے ہوئے ہیں، روس کو ختم کرنے کیلئے دنیا کی مضبوط ترین آرمی القاعدہ اور طالبان کو تیار کیا گیا اس تیاری میں عرب امارات، سعودی عرب بشمول اسلامی دنیا نے افرادی قوت اور ڈالر

مہیا کیئے امریکہ نے صرف اپنا اسلحہ جو کہ خرید کر تنظیموں کو دیا جاتا تھا مہیا کیا امریکہ نے روس کو جو کہ امریکہ کا دشمن تھا ختم کرایا اور اسلحہ بھی بیچ کر منافع کمایا امریکہ نے ایک ٹکٹ میں دو مزے لئے ۔ پاکستان آرمی کے مخلص جرنیلوں نے جان جوکھوں میں ڈال کر القاعدہ اور طالبان جیسی مضبوط ترین آرمی تیار کی اور اُس مضبوط آرمی کو اپنے ہاتھوں سے ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، دنیا کی مضبوط ترین آرمی جو کہ القاعدہ اور طالبان پر مشتمل تھی اُسے ختم کرنے کیلئے امریکہ نے اپنی ہی بلڈنگز میں اپنے ہی جہاز ٹکرا دیئے اور پھر عراق اور افغانستان میں کود پڑا ، امریکی جہاز ٹکرانے کی وجہ سے 3500 لوگ ہلاک ہوئے تھے اُن پینتیس سو لوگوں کے بدلہ میں افغانستان، پاکستان، انڈیا اور عراق سمیت تقریباً بیس لاکھ انسان امریکہ مار چکا ہے لیکن اب تک امریکہ کی نفرت کی آگ ٹھنڈی ہوتی نظر نہیں آتی۔

جب روس نے شکست کھائی تو روس کی فوج کو نکلنے کیلئے جو شرائط افغانیوں نے رکھی تھیں وہ یہ تھیں کہ روس تمام دنیا کے سامنے معافی مانگے اور جتنا نقصان افغانستان کا ہوا وہ نقصان بھی روس پورا کرے ان تمام شرائط کو پورا کیا گیا جب اربوں ڈالر تاوان کا وقت آیا تو امریکہ آرمی افغانستان میں داخل ہو چکی تھی ۔ طالبان اور القاعدہ کو نہ نکلنے کا محفوظ راستہ دیا گیا اور نہ

پوری دنیا میں بلکہ اپنے اپنے گھروں میں ان تنظیموں کا کوئی رکن نہیں جا سکتا تھا اور نہ ہی جانے دیا گیا۔ کیونکہ امریکہ نے دہشت گرد کہہ دیا تھا تمام دنیا کیلئے دہشت گرد ہو گئے کیونکہ تمام دنیا اسلام کے خلیفہ بھی امریکی صدر ہی ہیں۔

پاکستانی جرنیل، جاگیردار اور علماسُو جو اس وقت کے یزید امریکہ کے حق میں روس کے خلاف فتوے جاری کروائے تھے آج وہی لوگ القاعدہ اور طالبان کے خلاف فتوے جاری کروا کر کیسے پھرتیلے طریقے سے طالبان اور القاعدہ کے خلاف امریکہ نے کلٹی کھائی فتوے دینے والے علماسُو نے کچھ آگے نکل کر طالبان اور القاعدہ کے خلاف پھرتی دکھائی۔

علماسُو تو اپنا کام دکھا کر عوام کو اُلو بنا کر اور دیوار کے ساتھ چپکا کر ڈالر وغیرہ کما کر امریکہ کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہے ہیں اور پاکستان کی غریب عوام پاگلوں کی طرح پاکستانی اداروں کے کمینے آفیسران سے کپڑے اتروا کر ننگے اور بھوکے روڈوں پر گندے نالے کے کیڑوں کی طرح ایسے چل رہے ہیں کہ ابھی کسی سردار نواب کی گاڑی آئے گی اور اس غریب پاکستانی کے چیتھڑے اُڑا کر لے جائے گی۔

﴿منشور﴾

اگر زندہ رہنا ہے اور ترقی کر کے تمام دنیا میں سر اُٹھا کر جینا ہے تو سب سے پہلا کام یہ ہے کہ بارہ ایکڑ سے زیادہ کسی کی زمین وجائیداد نہیں ہونی چاہیئے یعنی بارہ ایکڑ سے زیادہ کوئی زمیندار نہ ہو الیکشن لڑنے کیلئے صرف اور صرف پارٹی سربراہان کا الیکشن ہونا چاہیئے یعنی پاکستانی پارٹیوں کے سربراہان ہی الیکشن لڑیں اور پاکستانی عوام اُنہی کو ووٹ دے اور ورکری بھی کوئی نہ کرے بلکہ ٹی وی پر ایک دن کیلئے پارٹی منشور اور تقریر دے دینی چاہیئے کامیابی کی صورت میں پارٹی کا سربراہ خود اپنی کابینہ وزیر مشیر بنائے گا۔ ہارا ہوا سربراہ بھی حزب اختلاف کیلئے خود آدمی چنے گا ووٹ دینے والے کو بیلٹ پیپر و بیلٹ بکس وغیرہ ڈاک خانے کا استعمال کرنا چاہیئے ایک دن کی بجائے پندرہ دن تک ووٹنگ جاری رہے تا کہ ووٹ کاسٹ ہوتے رہیں ملکی کاروبار بھی چلتا رہے۔ الیکشن لڑنے کی تعلیمی شرط کم از کم بی اے سی اور زیادہ سے زیادہ ایف سی پی ایس، پی ایچ ڈی، سی ایس ایس، پی سی ایس، ایم ایس سی اور چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کیونکہ صدر اور وزیر اعظم کیلئے ایم ایس سی ہونا ضروری ہے، چاروں گورنروں اور چاروں وزرائے اعلیٰ کا بی ایس سی ہونا ضروری ہو کیونکہ کسی یونیورسٹی میں طلباء وطالبات میں ڈگری تقسیم کرتے

وقت صدر و وزیر اعظم اور گورنر کو شرمندگی نہ اُٹھانی پڑے اور ڈگری لینے والے کو فخر ہونا چاہیئے کہ پڑھے لکھے ماسٹر ڈگری والے سے ڈگری وصول کر رہے ہیں۔صوبائی و وفاقی وزیر خزانہ کو چارٹرا کاؤنٹنٹ ہونا چاہیئے صوبائی و وفاقی وزیر تعلیم کیلئے پی ایچ ڈی کا ہونا ضروری ہو صوبائی و وفاقی وزیر صحت کیلئے ایف سی پی ایس ہونا ضروری ہو،صوبائی و وفاقی وزیر قانون کیلئے ہائی کورٹ یا سپریم کورٹ کا ریٹائرڈ جج ہونا ضروری ہو جس نے ایک دفعہ زندگی میں الیکشن لڑا ہو اور جیتا ہو وہ دوبارہ الیکشن لڑنے کے اہل نہ ہو ہندوستان کو اپنا بھائی بلکہ بڑا بھائی سمجھنا ہوگا اس نفرت کو پیار میں تبدیل کرنا ہوگا بلکہ مشرقی و مغربی جرمنی کی طرح دیورا درمیان میں سے گرا کر ایک دوسرے میں ضم ہوجانا چاہیئے بلکہ پاکستان اور ہندوستان کی غریب عوام کو ایک دوسرے میں ضم ہونا پڑے گا ورنہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑتے لڑتے مرجاؤ۔یہ دونوں ملک ہندوستان اور پاکستان تین جنگیں لڑ چکے ہیں وہ بھی اپنے باپ امریکہ کے کہنے پر لڑائیاں لڑی گئیں اور امریکہ کے کہنے پر بغیر ہار جیت کے میچ ختم کیونکہ بغیر ہار جیت کے لڑائی ختم کردی گئی۔

میرا خیال ہے جنگ کبھی بھی نہیں لڑنی چاہیئے خاص کر ترقی پذیر ملکوں کو۔اگر لڑنا بھی ہے تو جب تک دونوں ملکوں میں سے ایک ختم نہ ہو جائے اُس وقت

تک جنگ بند نہیں ہونی چاہیئے۔
بڑی سپر طاقتوں کی سازشیں دیکھیں کہ ہماری گندم ختم ہو جائے تو ہماری خوراک کیلئے تو کیا بیج کیلئے بھی گندم امریکہ سے آتی ہے جسے ایک مہینہ آتے آتے لگ جاتا ہے اور خرچ گندم کی قیمت سے دوگنا زیادہ لگ جاتا ہے جبکہ بھارت کی گندم کو ہر سال اُباسی ہو کر آگ لگ جاتی ہے۔ہم پاکستانی نمک کا کٹہ جو کہ چالیس کلو گرام کا ہوتا ہے ہندوستان کے لوگوں کو بارڈر پر دیتے ہیں اُس نمک کے بدلے الائچی کا کٹہ وصول کرتے ہیں جو کہ غیر قانونی ہے کیونکہ بھارت کے ساتھ ہمارا کوئی تجارتی معاہدہ نہیں ہے جو گندم ایک ماہ کا سفر طے کر کے امریکہ سے ہمارے ملک پاکستان پہنچتی ہے وہی گندم ہمارے پلے دار مزدور بھارت سے پاکستان تک ایک ایک بوری کر کے پھینکتے جائیں تو ہماری پاکستانی عوام کو پورا سال کافی ہوگی نہ کوئی خرچ نہ کوئی کرایہ مفت میں ایک بارڈر کی لکیر پار کرنی ہے،گندم کیا پاکستان اور ہندوستان کی تمام اشیاء صرف کی ضروریات پوری کرنے کیلئے ہم لے دے کر سکتے ہیں لیکن یہ اُس وقت ممکن ہے جب امریکہ اور ہمارے ملک کے غدار جرنیل اور بھارت کے کمینے سیاستدان چاہیں گے تب؟

﴿امریکہ کی کمینگی﴾

امریکہ ختم ہو گیا ہوتا اگر عرب امارات اور سعودی عرب کے بنک نہ ہوتے جو کہ امریکہ کو ہر مشکل وقت میں یہ بنک سپورٹ کرتے ہیں امریکہ کی خود ساختہ دہشت گردی کے سلسلہ میں اس وقت جو مشکل امریکہ کو پیش آئی امریکہ کے بچنے کے کوئی امکان موجود نہیں تھے لیکن امریکہ کی کالونیاں سعودی عرب اور عرب امارات سے جب امریکہ کی مرضی ہوتی ہے تمام بنکوں سے رقم نکلوا کر اپنے ملک لے جاتا ہے اور پھر امریکہ نئے سرے سے کسی اور ملک پہ چڑھائی کر دیتا ہے جس کا سہرا سعودی بادشاہوں اور عرب امارات کے سلطانوں کے سر ہے اس وقت بھی بیس لاکھ انسانوں کا قتل عام سعودی عرب اور عرب امارات کے سر پہ ہے۔ایک سال گزرا ہے امریکہ کو ان ملکوں سے رقم نکلوائے ہوئے ،دبئی کی مارکیٹ ایک سال سے مندی میں جا رہی ہے اور دبئی کا مزدور ایک سال سے فارغ بیٹھا ہوا ہے جو مزدور ساڑھے تین لاکھ روپے تین سال کے ویزے کے دبئی حکومت کو دیتا ہے ایک سال ضائع ہو گیا باقی کے دو سالوں میں کیا بنتا ہے میں تو کہتا کہ تمام ایشیائی ممالک اور مسلمان ممالک کے مزدور واپس آ جائیں تا کہ امریکہ مکمل طور پر عرب امارات اور سعودی عرب پہ راضی ہو جائے ،امریکہ کی ناراضگی تو

ایسے ہے جیسے سعودی عرب اور عرب امارات سے خدا تعالٰی کی ناراضگی ہو۔شہزادے اور سلطان امریکہ کو ہی اپنا خدا مانتے ہیں امریکہ نے کمین پوئنے کی انتہا کردی کیونکہ افغانستان میں صدرداؤدخان کے بعد جو کچھ بھی واقعات صدر کی تبدیلی یا صدر افغانستان کے قتل کے واقعات ہوتے رہے ہیں تمام کے تمام امریکہ نے کرائے ہیں کیونکہ سب سے پہلے امریکہ نے اپنی آرمی جن کی تعداد بیس ہزار تھی سول کپڑوں میں ملبوس افغانستان میں داخل کردی جن کا کام ہر آنے والے صدر کو قتل کرنا یا ہٹانا تھا اور عوام میں اُن صدور کے خلاف نفرت بھرنا تھا امریکہ کی آرمی سول کپڑوں میں فلاحی کاموں کا بہانہ بنا کر آئی تھی اور میڈیا کا کردار بھی ادا کرتی رہی تا کہ اس ملک میں انتشار پیدا ہو اور روس میں بے چینی بڑھے،اب وہی کام پاکستان میں بھی ہو رہا ہے پاکستان میں امریکہ کے خفیہ ایجنسی کے پچاس ہزار کی تعداد میں لوگ موجود ہیں،جیسا کہ لاہور کا واقعہ آپ دیکھ چکے ہیں، بہر حال اصل موضوع کی طرف آتے ہیں دوسرا کام اُس امریکی آرمی نے یہ کیا کہ روس کی خفیہ ایجنسیوں میں یہ بات پھیلا دی کہ امریکہ نے افغانستان میں اپنی آرمی داخل کردی ہے،یہ بات تو سچ تھی لیکن روس کو علم نہ تھا کہ امریکہ نے آرمی داخل کیوں کی ہے افغانستان کے لوگ جتنے غیرت

مند ہیں اُن سے کہیں زیادہ افغانستان کے ملک اور سردار بے غیرت ہیں بغیر احمد شاہ مسعود کے۔ افغان سرداروں کو رقم امریکہ دیتا رہا جو کہ اسلامی دنیا کی ریاستوں نے مہیا کی تھی اور سرداروں کی لالچ بڑھتی گئی پوست کی کاشت کے بعد حکمت یار اور مجددی جیسے لیڈران عرب پتی بن گئے اور امریکہ اُنہیں اسلحہ دے کر اپنے آپ کو مضبوط کر کے اپنے دشمن پہ حملے کرواتا رہا یاد رہے افغانستان میں تمام نشیلے پوڈر یعنی ہیروئن کی فیکٹریاں حکمت یار جیسے ملاؤں کی ہیں، جب امریکہ نے مجاہد اسلام کو افغانستان میں داخل ہونے کیلئے تیار کر کے پاکستانی سرحدوں پر روک کر روس کی آرمی کی افغانستان میں مداخلت کا انتظار کیا تو پاکستان آرمی جرنیلوں نے جہادیوں کی نئی کھیپ تیار کرنا شروع کر دی تھی، روس کو جب پکی تصدیق ہوئی کی امریکی آرمی افغانستان میں داخل ہوگئی ہے تو روس نے اپنی آرمی افغانستان میں داخل کر دی جس کا انتظار امریکہ پہلے سے کر رہا تھا۔ امریکہ نے مجاہدین اسلام کو افغانستان میں داخل کر دیا اور اپنی آرمی جو کہ بیس ہزار نفوس پر مشتمل تھی فوراً نکال لیا، اب روسی فوج اور پاکستانی جرنیلوں کے ٹریننگ شدہ مجاہدین اسلام دو بدو لڑ رہے تھے آخر کار روس یہ جنگ ہار گیا جس کی وجہ سے روس ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا پھر بھی روس کامیاب ہوا کیونکہ روسی ریاستیں

الگ ہونے کی صورت میں کوئی ایک گولی بھی نہیں چلی ورنہ امریکہ چاہتا تھا کہ روسی ریاستیں ایک دوسرے کے خلاف لڑتی رہیں اور ساری زندگی ایک دوسرے سے نفرت کرتی رہیں جیسا کہ امریکہ اور برطانیہ نے برصغیر پاک وہند میں کرایا تھا، اور آج تک پاکستان اور ہندوستان لڑ رہے ہیں اور نفرت بھی کر رہے ہیں ۔افغانستان کی جنگ میں روس کے خلاف امریکہ نے اسلحہ بیچا سعودی عرب اور عرب امارات نے بلکہ پوری دنیا اسلام نے رقم کا بندوبست بھی کیا اور افرادی قوت بھی مہیا کی اس جنگ کو اسلام کے بقاء کی جنگ قرار دے کر ضیاء الحق جیسے جرنیلوں نے گیارہ سال تک یہ جنگ لڑی میرے اختیار میں ہوتا تو جنرل ضیاء جیسے جرنیلوں کو خاندان سمیت آگ میں ڈال دیتا یہ کام اللہ تعالیٰ نے خود کر کے دکھا بھی دیا لیکن کیا کریں اب تو مشرف صاحب بھی ہمارے ملک کی بربادی کرنے کے بعد واپس پاکستانی سیاست میں آ رہے ہیں ،امیر المومنین ضیاء الحق کا بیٹا بھی ہمارے ملک پاکستان کی غریب عوام کو تباہ و برباد کرنے کیلئے MNA موجود ہے اس پیارے ملک کا ہم کیسے تحفظ کریں گے جو کہ ہم غریب لوگوں کا ہے جو لوگ قابض ہیں اُن لوگوں کا نہیں ہے کون بچائے گا۔

روس جنگ ہارنے کے بعد معاشی بدحالی کا شکار ہوا ایٹمی ٹیکنالوجی بیچنے پر

اور وہ بھی چوری بیچنے پر مجبور ہوا افغانستان کی عوام کا کاروبار اور مزدوری وغیرہ انڈیا میں ہوتی تھی، پرائیویٹ لوگوں کی اور گورنمنٹ کی درآمد، برآمد کا کاروبار بھی افغانستان اور بھارت کے درمیان ہوا کرتا تھا افغانستان دنیا کے ایسے نقشے اور مقام پہ موجود ہے اگر پانچ سال کیلئے امن کے ساتھ افغانستان کی قوم کو رہنے دیں تو افغانستان دنیا کے تمام دولت مند ملکوں میں نہ ہوگا تو دنیا کے ترقی یافتہ ممالک میں ضرور ہوگا جب مجاہد اسلام روس کے خلاف برسرپیکار تھے تو اُس وقت افغانستان کی ٹرانسپورٹ بسیں جو کہ پاکستان پکڑ کر لائی گئیں تھیں وہ پاکستانی روڈوں پر نہیں چل سکتی تھیں کیونکہ ایسی موٹر بسیں تقریباً 35 سال بعد پاکستانی سڑکوں پر چلتی دکھائی دے رہی ہیں، اب آپ خود اندازہ لگائیں کہ افغانستان معاشی طور پر کتنا ایڈوانس تھا ،روس کی جنگ کے بعد مجاہدین اسلام جب دہشت گرد بنائے گئے تو سب سے پہلے امریکہ نے احمد شاہ مسعود جیسے کمانڈروں کو شہید کروایا کیونکہ وہ کمانڈر افغانستان کیلئے اپنی جان دینے کیلئے ہر وقت تیار رہتے تھے جو کہ امریکہ کو یہ بات پسند نہ تھی، احمد شاہ مسعود جیسے کمانڈروں کو شہید کرنے کے بعد امریکہ تمام دنیا کی آنکھوں میں مرچیں ڈال کر اٹھائیس ممالک سمیت افغانستان میں دہشت گردوں کو ختم کرنے کیلئے دہشت گردوں کے خلاف

جنگ قرار دے کر افغانستان اور عراق میں داخل ہو گیا افغان عوام کے ساتھ جو قیامت صغریٰ گزری اُن کے ذمے دار امریکہ اور پاکستانی جرنیل ہیں خدا تعالیٰ کی لاٹھی بے آواز ہے جیسی کرنی ویسی بھرنی حکومت امریکہ اور پاکستانی حکومتیں جو جو ظلم افغان عوام پہ ڈھاتی رہیں اُن کا خمیازہ آج ہم پاکستانی عوام بھگت رہے ہیں، پاکستانی طالبان اور افغانی طالبان دونوں کو ٹریننگ پاکستان آرمی نے دی اور اسلحہ امریکہ بیچتا رہا۔

جب ایک دفعہ طوفان آتا ہے تو ہر چیز تباہ و برباد ہو جاتی ہے اور گھر ویران ہو جاتے ہیں طوفان گزر جانے کے بعد انسانی بستیاں پھر آباد ہونے لگتی ہیں لیکن طوفان واپس نہیں آتا کوئی اور طوفان آ جائے تو خدا کی مرضی لیکن قیامت تک انسان نے آباد رہنا ہی ہے اسی طرح امریکہ نے جو طوفان پاکستان کی حکومت اور جرنیلوں سے مل کر برپا کیا وہ اب گزر گیا ہے واپس نہیں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ جب ناراض ہوتا ہے تو بھائیوں اور برادریوں میں پھوٹ ڈال کر آپس میں لڑا دیتا ہے قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں ظالم کو ظالم کے ساتھ لڑا دیتا ہوں جب اُن دونوں ظالموں کا ظلم حد سے زیادہ ہو جائے یہی صورت حال اب امریکہ اور پاکستانی جرنیلوں کی بھی ہے امریکی سی آئی اے اور پاکستانی آئی ایس آئی کو آپس میں لڑا دیا جیسا کہ بغل

میں چھری اور منہ میں رام رام والی بات ہے۔طالبان اور القاعدہ کی تیار شدہ آرمی جوکہ پاکستانی جرنیلوں کو بہت عزیز اور پیاری ہے وہ پاکستانی جرنیل جوکہ پاکستانی ہیں اور پاکستان کے بھلے کی بات بھی سوچتے ہیں لیکن کم تعداد میں ہیں پاکستانی جرنیلوں میں زیادہ تعداد امریکی غلاموں کی ہے بہر حال جو پاکستان کے مخلص جرنیل ہیں طالبان اور القاعدہ کو چھپا رہے ہیں امریکی غلامی والے جرنیل اور امریکی سی آئی اے القاعدہ اور طالبان کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر مار رہی ہے اور ختم کر رہی ہے جوکہ بہت مشکل ہے کیونکہ اپنی پالتو بلی کو بھی اگر کمرے میں بند کر کے گھر کے سارے فرد مارنے لگ جائیں اور راستہ بھی نہ دیں تو وہ پالتو بلی تمام گھر والوں کو قتل نہ کرے گی تو زخمی تمام گھر والوں کو کر کے نکل جائے گی بلی تنگ ہو کر چیتے جیسے پھرتیلے جانور کی آنکھیں نکال سکتی ہیں تو اس وقت بھی یہی صورت حال القاعدہ اور طالبان کی ہے جوکہ تنگ آنے والی بلی کی ہے۔

امریکہ نے جو بد دیانتی اپنے اپنے دوست ملکوں کے ساتھ کی ہے وہ تمام راز پاکستان کے مخلص جرنیل جان چکے ہیں کہ کس طرح یہ امریکہ سانپ بن کر ڈستا ہے اور ہمارے پاکستان کے مخلص جرنیلوں کو معلوم ہے کہ کس طرح امریکہ کو دودھ میں زہر ملا کر پلانا ہے اب پاکستانی عوام ایسے حالات سے

گزر رہی ہے کہ یا تو امریکی غلامی والے جرنیل اور جاگیردار طبقہ رہے گا یا پھر پاکستان اور پاکستانی عوام رہے گی۔

امریکی غلامی والے پاکستانی جرنیل اب ڈر کے مارے یہ راز نہیں بتاتے کہ پاکستانی آبادی پر بازاروں میں درباروں میں جتنے بھی خودکش ہوئے امریکی سی آئی اے نے کروائے ہیں ان خودکش حملوں میں امریکہ اسرائیل انڈیا اور روس ملوث ہیں ان کو امریکی غلاموں والے جرنیلوں کی پشت پناہی حاصل ہے کیونکہ روس نے بھی تو اپنا بدلہ لینا ہے جتنے بھی آرمی آفیسران اور جوان شہید ہوئے FC کے اہلکار شہید ہوئے پولیس اور پاکستان سیکورٹی کے لوگ شہید ہوئے اور عوام شہید ہوئی اُن کے خون کے دھبے امریکی غلامی والے پاکستانی جرنیلوں کے وردی پہ نظر آتے ہیں کیونکہ یہ جرنیل نہ امریکہ سے ملتے نہ روس ٹکڑے ٹکڑے ہوتا اور نہ یہ حال ہوتا آج پاکستان اور پاکستانی قوم سکون سے ترقی کی طرف رواں دواں ہوتی۔

یہ جو طالبان اور القاعدہ کی سخت ترین آرمی تیار کی گئی تھی جسے ختم کرنے کیلئے امریکہ کو اپنے ہی جہاز اپنی ہی رہائشی بلڈنگ پر ٹکرانا پڑے کیونکہ امریکہ کیلئے طالبان اور القاعدہ کو ختم کرنا ضروری ہو گیا تھا ورنہ کبھی بھی کچھ بھی ہو سکتا تھا ،جن طالبان اور القاعدہ کو بنانے میں اربوں ڈالر خرچ ہوئے اُنہی طالبان

اور القاعدہ کو ختم کرنے میں پہلے سے کئی گنا زیادہ اربوں ڈالر خرچ کرنے پڑ رہے ہیں لیکن ختم نہیں ہو رہے اور نہ ہی ہوں گے ان طالبان اور القاعدہ کو ختم کرنے کا آسان طریقہ تھا جب روس جنگ ہار چکا تو تمام کمانڈروں کو، طالبان اور القاعدہ کے مجاہدین کو جرنل، کرنل، بریگیڈیئر اور میجر وغیرہ کے عہدے دے کر ڈالروں سے لاد کر عزت و احترام کے ساتھ گھر روانہ کر دیا جاتا یعنی ریٹائرڈ کر دیا جاتا لیکن امریکہ اپنے سپر پاور ہونے پر گھمنڈی ہے اور اپنی فوج کو روس کی فوج کی طرح افغانستان میں مرنے کیلئے چھوڑ دیا اب نہ نیٹو بچے گی نہ امریکہ بچے گا میرا خیال تو یہ ہے کہ امریکا خاتمے کے قریب ہے آگے اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے امریکی عوام کو یہ پیغام سمجھنا چاہئے اور اپنی محفوظ جگہ ڈھونڈنی چاہئے کیونکہ جو جو ظلم امریکہ نے ان کے پالیسی ساز یہودیوں نے اور امریکی جرنیلوں نے دنیا اسلام پہ ڈھائے ہیں ان کا خمیازہ امریکی عوام ہی بھگتے گی کیونکہ اب باری امریکی عوام کی ہے ۔ ہمارے ملک کے جرنیلوں نے امریکہ کے ساتھ مل کر جو جو ظلم افغانی عوام پہ ڈھائے ہیں جو بربادی افغانی پٹھانوں پر برپا کی گئی جو بربریت کا مظاہرہ امریکہ اور پاکستانی جرنیلوں نے مل کر کیا اُن کی مثال دنیا میں کہیں نہیں ملتی جو جو زیادتیاں پشتونوں پر ہوئیں اُن کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے زلزلے

جیسی مصیبت ہم پاکستانیوں پر نازل کی پھر بھی ہم نے سبق حاصل نہ کیا بلکہ پہلے سے زیادہ پاکستانی پشتونوں پر ظلم وزیادتی کرتے رہے کبھی سوات اپریشن کے نام پر تو کبھی وانہ اپریشن کے نام پر تو کبھی کرم ایجنسی پر اور پورے پشتونستان کو تباہ وبرباد کردیا جس میں سیاست میں آئے ہوئے مولانا فضل الرحمٰن جیسے عالموں نے پشتونوں کو آرمی وہ بھی امریکی آرمی کیلئے چھوڑ دیا اس ظلم وزیادتی کا نتیجہ اللہ تعالیٰ نے سیلاب کی صورت میں دکھادیا لیکن ہمارا پیارا ملک پاکستان تباہی وبربادی کے دہانے پر ہے انسان کتنا کمینہ ہے کہ سمجھتا ہی نہیں لیکن اب وقت گزر چکا ہے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ کوئی ایسا انقلاب آئے جس میں امریکہ کے اشارے پر چلنے والے پاکستانی جرنیل ختم ہوجائیں، امریکی اور انگریز نسل کے جاگیردار اور سیاستدان برباد ہوجائیں اور نام نہاد ڈالر کمانے والے بے غیرت علماء سُو غرق ہوجائیں اور انشاء اللہ ہم ہی ان تمام طبقوں کو انقلاب کے ذریعے ختم کریں گے۔ اپنے پیارے وطن پاکستان کی خاطر اپنے اور اپنے خاندان کی قربانیاں دے کر ملک پاکستان کو بچائیں گے ورنہ یہ امریکی جرنیل امریکی سیاسی بیٹے سردار نواب لوگ ہمارے پیارے وطن پاکستان اور ہماری نسلوں کو کھا جائیں گے پاکستانی ادارے پہلے سے برباد کردئے گئے ہیں اب

امریکی غلامی والے پاکستانی جرنیل ہماری پاک آرمی کو برباد کرنے پہ تلے ہوئے ہیں جیسے عراق کی آرمی کو تباہ و برباد کر دیا گیا، پاکستان آرمی صوبیدار سے نیچے سپاہیوں تک بچی ہوئی ہے اوپر آفیسر جتنے بھی ہیں امریکی ہیں اگر امریکی نہیں ہیں تو انہیں معذول یا معذور یا پھر قتل کر دیا جاتا ہے۔

«پاکستانی اداروں کا کمینہ سسٹم»

محکمہ صحت۔ سب سے پہلے میں اپنے ہی محکمہ کے چیدہ چیدہ حالات و واقعات بتاؤں گا کیونکہ اگر تمام حالات و واقعات لکھوں گا تو ایک ایک ادارے کی ایک ایک کتاب دیوان فرید جیسی کتاب سے بڑی کتاب ہوجائے گی۔ ضلع ڈیرہ غازیخان پہلے کشمور سے لے کر ڈیرہ اسماعیل خان تک پھیلا ہوا تھا موجودہ ضلع آدھا بچ گیا چونکہ نصف حصہ ضلع راجن پور میں چلا گیا اس وقت کے ضلع ڈیرہ غازیخان میں صرف بنیادی مرکز صحت پچاس کے اوپر ہیں ہمارے بنیادی مرکز صحت سوکڑ سے ایک آفیسر آٹھ ہزار روپیہ ماہوار لیتا رہا کچھ عرصہ کے بعد اُس آفیسر کا تبادلہ ہوگیا اس طرح چھوٹے ملازمین کی جان چھوٹی ورنہ ہم تمام عملہ رقم تقسیم کر کے دیتے تھے، یہی رقم پچاس بنیادی مرکز صحت پر ضرب دیں تو چار لاکھ ماہوار بنتا ہے ایک آفیسر ایک مد میں چار لاکھ ماہوار لیتا ہے تو تمام ہیلتھ محکمہ سے سیکریٹری ہیلتھ تک کتنی رقم زبردستی پاکستانی اداروں سے لی جاتی ہے جو کہ تمام کی تمام محکمہ صحت کے چھوٹے ملازمین دیتے ہیں، آٹھ ہزار کی رقم اس لئے آفیسر لیتا ہے کہ چھوٹا ملازم غیر حاضر رہتا ہے اور ڈاکٹر ویسے ہی اپنی پرائیویٹ کلینک پر ہوتے ہیں پانچ ہزار MO دیتا ہے تین ہزار ہم چھوٹے ملازم دیتے ہیں

ہمارے ایک میڈیکل ٹیکنیشن غلام رسول خان نے اپنے آفیسر صاحب کو عرض کیا کہ میں تو حاضر باش ملازم ہوں اور غریب آدمی بھی ہوں میں تو رقم بھی نہیں دے سکتا آفیسر نے فرمایا کہ اگر آپ حاضر ہیں تو غیر حاضر بھی کیئے جاسکتے ہیں اور معطل بھی۔

جب ہیلتھ کا کئی آفیسر چیکنگ کیلئے دفتر سے باہر نکلتا ہے تو بیسک ہیلتھ یونٹ کے چھوٹے ملازمین کی جھاڑ پچھاڑ کرتا ہے کبھی صفائی نہ ہونے کا گلہ تو کبھی کام چوری کا طعنہ دیا جاتا ہے اور الٹا لٹکانے کی دھمکی بھی آفیسر چھوٹے ملازم کو دیتا ہے ،ہمیں سب کچھ معلوم ہے اور تمام چھوٹے ملازم بھی اچھی طرح جانتے ہیں جو شخص آفیسر کم اور بادشاہ زیادہ لگتا ہے ،اندر سے وہ آفیسر کتنا کمینہ اور کالا ہے ، میڈیکل آفیسر غیر حاضر ہو بلکہ اکثر اوقات غیر حاضر ہوتے بھی ہیں یا یوں کہیں کہ اس ملک میں میڈیکل آفیسر بنیادی مرکز صحت میں حاضر ہوتے ہی نہیں ہیں کیونکہ وہ اپنی پرائیویٹ ہسپتالیں چلا رہے ہیں ،ہیلتھ آفیسران ڈاکٹروں وغیرہ کو کوئی بات تک نہیں کرتے بلکہ اُن پر مہربان ہوتے ہیں کیونکہ ڈاکٹر لوگ اپنی پرائیویٹ ہسپتالیں چلانے کیلئے آفیسران کو ماہانہ بھتہ دیتے ہیں ، ہماری گورنمنٹ کی ہسپتالیں خصوصا بنیادی مرکز صحت سوکر تمام بنیادی سہولیات سے خود محروم ہیں تو ہماری عوام کو صحت کی

بنیادی سہولیات کس طرح مہیا کریں گی، یہ تو ہمارے آفیسران کی باتیں ہیں
ایک ہیلتھ آفس کے سپرڈنٹ کی بات بتاؤں کہ ایک دفعہ میری تنخواہ کچھ
لیٹ ہوگئی بلکہ اکثر لیٹ ہوتی ہے بابولوگوں کی وجہ سے، کلرک صاحب نے
بنک سے تو نکلوالی لیکن پھر خود کو ضرورت تھی یا پھر آفیسر اپنے گھر لے گیا
کیونکہ عید کا موقع تھا مجھے بھی سخت ضرورت تھی ایک ہفتہ آتا جاتا رہا روزانہ
دوسو کرایہ بھی بھرنا پڑتا تھا لیکن کلرک صاحب ایک لفظ منہ سے نکالتے ہیں
کہ تنخواہ نہیں ہے میرے آنے جانے سے تنگ آکر کلرک صاحب نے
EDO ہیلتھ کے سپرنٹنڈنٹ کو فرمایا کہ کرامت حسین جو ہے وہ تمہارا کیسا
ملازم ہے کہ روزانہ دفتر میں منہ اُٹھائے آجاتا ہے، سپرنٹنڈنٹ کو غصہ
آیا میرے اوپر برس پڑا میرے لباس پر اعتراض کرکے مجھے دفتر ہی میں
تبادلہ کرنے کی سمری تیار کروانے لگا کیونکہ میں نے شلوار قمیض سر پہ ٹوپی
سندھی کندھے پہ چادر رکھی ہوئی تھی جو کہ مجھے ایسا لباس نہیں پہننا چاہیئے تھا
بلکہ پینٹ شرٹ یعنی یہودیوں والا لباس پہننا چاہئے تھا۔ ہم کاشتکار لوگ
بھی ہیں ملازمت کی ڈیوٹی کے بعد کاشتکاری کرتے ہیں جو کہ چادر ہم
کاشتکاروں کیلیے ضروری ہوتی ہے بہرحال سپرنٹنڈنٹ صاحب تو غصے میں
لال پیلا ہوگیا کیونکہ میں انسان نہیں تھا محکمہ ہیلتھ کا چوکیدار تھا سپرنٹنڈنٹ تو

سیکریٹری ہیلتھ تھا مجھے سب کچھ معلوم ہے کی اسی سپرنٹنڈنٹ نے کھوسہ سرکار یا پھر لغاری سرکار کو 9 لاکھ روپے دے کر یہ سپرنٹنڈنٹ کی پوسٹ لی تھی خیر یہ تو پورے پاکستان میں ہو رہا ہے میں نے DCO صاحب کے سپرنٹنڈنٹ حاجی حیات خان کو درخواست کی کہ مجھے سیکریٹری ہیلتھ یعنی سپرنٹنڈنٹ EDO ہیلتھ سے بچایا جائے اور حاجی حیات خان نے میری جان بخشی کرائی۔

صدقے جاؤں اُس والدین کے جنہوں نے سپرنٹنڈنٹ ہیلتھ کو پالا پوسا اور اچھی تربیت دی کیونکہ میں اُس سپرنٹنڈنٹ کے والدین کی عمر کا ہوں اُس سپرنٹنڈنٹ کو نہ میرے بڑھاپے کا اور نہ ہی سفید داڑھی کا خیال آیا۔

میرے چار بیٹے نوجوان ہیں کسی ایک کو آپ شرطیہ ایک سے لیکر تین بار تک تھپڑ رسید کریں تو ہر بار میرے بیٹے یہی کہیں گے کہ چاچو آپ کیوں غصے میں ہیں اگر چوتھی بار بھی آپ نے تھپڑ مارا تو اُس کے بعد آپ خود ذمہ دار ہیں میرے بیٹوں کا قصور نہیں ہوگا، یہ ہے اچھی تربیت کا نتیجہ میں بھی اُس سپرنٹنڈنٹ کو نام لکھ کر بے عزت کر سکتا تھا اور ڈیرہ غازیخان میں ہی اُسے دفتر میں یا دفتر کے باہر بے عزت کر سکتا تھا صرف میرے حکم کی دیر ہے کیونکہ وہ بھی ڈیرہ غازیخان کا رہائشی ہے اور میں بھی ڈیرہ غازیخان کا

رہائشی ہوں، لیکن میری اور میرے بیٹوں کی تربیت اور اُس سپر نٹنڈنٹ کی تربیت کا کیا فرق رہ جاتا۔ اسی طرح ہماری شرافت سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر ہر آئے دن یہی ملازم ہر آنے والے سائل کے ساتھ زیادتیاں کرتے رہتے ہیں لیکن اُنھیں یہ معلوم نہیں کہ کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے اور ہو گا بھی کیوں کہ اس وقت ملک کے حالات ایسے دوراہے پر ہیں کہ ہر آدمی یہی سوچتا ہے کہ اب کیا کیا جائے مر جائیں یا کسی کو مارا جائے۔

ایک دن ہم خوش ہوئے کہ ہمارے ہیلتھ یونٹ میں ایک بہترین فریج آ گیا ہے کیونکہ یہ فریج کئی سالوں کے بعد آیا ہے دوسرے دن ہمارے دفتر ڈیرہ سے ایک آفیسر آئے فریج کو دیکھا، دیکھنے کے بعد فریج خراب ہونے کا کہا اور فرمایا کہ یہ فریج خراب ہے اسے میری گاڑی میں رکھیں اور نیا فریج کل میں بھیج دوں گا، وہ فریج آفیسر اپنی گاڑی میں لے گیا ہفتے کے بعد اُس کا ڈرائیور ایک فریج لے آیا جو کہ مٹی کے دیئے سے چلتا تھا اُسی مٹے کے دیئے کی گیس سے چلتا رہا اب دسیوں سال بعد ایک فریج ہماری ہسپتال کو دیا گیا وہ فریج جو آفیسر خراب کہہ کر لے گیا تھا اُس نے اپنے گھر میں رکھ لیا تھا۔

ایک آفیسر جو کہ لیہ کا رہائشی تھا جس کا نام تھا رانا عبدالغفار ہمارا ڈائریکٹر ہوا کرتا تھا جب وزٹ کیلئے ہمارے ہسپتال پہنچا تو وزن کرنے والی مشین

جو کہ زمین میں رکھ کر مریض کا وزن کیا جاتا تھا مشین کو خراب ظاہر کر کے ڈائریکٹر صاحب اپنے ساتھ لے گئے اب اُس ریٹائرڈ آفیسر کی ہسپتال جو کہ لیہ میں ہے وہ مشین وہاں رکھی ہوئی ہے ایک ڈاکٹر نے ہمارے مرکز صحت کا سٹینڈ لیمپ اُٹھا لیا اور اپنی کلینک میں لے گیا اُس کے بعد دوسرا انچارج ڈاکٹر جو آیا وہ ڈاکٹر صاحب سٹیل کا سٹول جس میں مریض کو بٹھا کر چیک کیا جاتا ہے وہ سٹول اپنے کلینک پہ لے گیا۔

ہماری ہسپتال کا ٹرانسفارمر ہماری یونین کے ناظم کے بھائی یعنی سردار صاحب کے بیٹے دن دیہاڑے میرے اور لوگوں کے سامنے اُٹھا کر لے گئے جب میں نے MT کو رپورٹ دی کیونکہ MO کے بغیر ہی ہماری ہسپتال چلتی ہے، اب تو نہ MO ہے نہ MT ہے نہ ہی ڈسپنسر ہے۔ بہر حال MT نے آگے رپورٹ DDHO کو دی ڈپٹی صاحب نے سردار صاحب کو ذاتی طور پر اپنے تعلق کی بنیاد پر فون کیا کہ ٹرانسفارمر واپس کر دیں مہربانی ہوگی، ٹرانسفارمر واپس نہ آیا کیونکہ ٹرانسفارمر بغیر کسی واپڈا کی اجازت کے کہیں اور لگا دیا، واپڈا ملازم لائن مین سمیت SDO وغیرہ سردار صاحب کو منتیں سماجتیں کرنے لگے کہ درخواست گزاری کے ذریعے بجلی لگوائیں ورنہ ہماری نوکری گئی۔

MT نے ڈپٹی صاحب کے علاوہ EDO ہیلتھ وغیرہ کو بھی چٹھیاں ارسال کی تھیں جن کی وجہ سے ڈپٹی صاحب کو پرچہ درج کروانے کا حکم دیا گیا جس ڈپٹی صاحب کے ٹیلی فون کو سردار صاحب نے پانی کا بلبلا سمجھا وہی ڈپٹی صاحب سردار صاحب کو مشورہ دے رہا ہے کہ کہیں سے ٹرانسفارمر کا خالی کھوکھا ہسپتال میں رکھ دیں تا کہ آفیسران بالا کی تسلی ہو جائے خالی کھوکھا اب بھی ہماری ہسپتال میں موجود ہے جو کہ گائے بھینس کے چارہ ڈالنے کے کام آئے گا۔ آپ خود اندازہ لگائیں کہ سردار لوگ اور آفیسران لوگ مل کر کیسے پاکستانی اداروں کو تباہ و برباد کر رہے ہیں تا کہ پاکستان تباہ و برباد ہو جائے اس سے بڑھ کر اور کیا کمین پنڑواں ہو سکتا ہے۔

پولیو ویکسین پلاتے ہوئے تقریباً بیس سال ہو گئے مگر پولیو مہم ختم نہیں ہوئی کیونکہ پاکستانی آفیسران کروڑوں اربوں ڈالر اس پولیو مہم کی وجہ سے کھا رہے ہیں اب پولیو پلانے والے ورکر کو پولیو ہونے لگا ہے لیکن پولیو ختم نہیں ہو رہا اگر پولیو ویکسین پلانے والے ویکسینیٹر یونین کی سطح تک ایک کی بجائے چار ملازم رکھے جاتے اور بیس ہزار روپیہ تنخواہ کر دی جاتی پولیو ختم نہ ہونے کی شرط پر ملازم کو یعنی ورکر کو نوکری سے برخواست کر دیا جاتا تو کب کا پولیو ختم ہو جاتا کروڑوں اربوں ڈالر کی بجائے لاکھوں روپے خرچ ہوتے

اور مقصد بھی پورا ہو جاتا لیکن پاکستانی آفیسران ایسا کرنے نہیں دیتے کیونکہ یہ پولیو مہم صرف آفیسران کے کروڑوں روپے کھانے کا ذریعہ ہے ہمارے بیسک ہیلتھ یونٹ میں میڈیکل آفیسر کوئی نہیں ہے میڈیکل ٹیکنیشن ریٹائرڈ ہوگئے ہیں ڈسپنسر تو بالکل نہیں ہے LHV، نائب قاصد، چوکیدار اور وارڈ کلینر چار دن تک پولیو پلاتے ہیں ہسپتال کے روزمرہ کے مریض مرتے ہیں تو مر جائیں ہمارے پاکستان کو وراثت میں نالائق، نااہل اور گدھا ذہن کے لوگ ملے ہیں جو کہ ناقص پالیساں بناتے ہیں اگر ہمارے ملک پاکستان کے چوکیدار چپڑاسی اپنی اپنی ڈیوٹیاں یعنی حاضریاں دیں تو ملک بچ سکتا ہے ورنہ یہ ملک تباہ و برباد ہو جائے گا کیونکہ جو اربوں ڈالر بے غیرت آفیسران اور بے غیرت جاگیردار اور سیاستدان کھا رہے ہیں جو ملک کو تباہ و برباد کر رہے ہیں وہی لوگ چھوٹے ملازم کو کہتے ہیں کہ ٹھیک ہو جاؤ ورنہ نوکری سے نکال دیں گے۔ جیسے پورے ملک کی باگ ڈور ہم جیسے چوکیدار چپڑاسیوں کے ہاتھوں میں ہے۔

محکمہ تعلیم ۔ زنانہ یعنی گرلز ہائی سکول سوکڑ جب پرائمری ہوا کرتا تھا اُس کے بعد بھی پرائمری سکول مڈل ہوا اُس وقت اس مڈل سکول کی سوچ یونیورسٹی ادارے سے بڑھ کر تھی اُس وقت کے فارغ التحصیل طالب علم

عبداللہ خان ملغانی جنہوں نے ایم اے ریاضی علی گڑھ یونیورسٹی سے مکمل کی تھی اور اسی مڈل سکول کا پڑھا ہوا عبداللہ خان ملغانی وائس آف جرمنی کے ریڈیو پر انگریزی میں خبریں سنایا کرتا تھا اسی مڈل سکول نے محمد اسلم خان ملغانی جیسے لیڈر پیدا کیے جنہوں نے افغانستان میں غازی امان اللہ بادشاہ جیسے لوگوں کی گورنمنٹ چلائی، اُس کے بعد ابراہیم خان ملغانی منشی اللہ بخش، منشی برخوردار جیسے ذمہ دار ہیڈ ماسٹر پیدا کیے اسی مڈل سکول نے محمد خان گاڈی، غلام حسین پرواز صاحب جیسے پکے سچے مسلمان جو کہ تونسہ شریف میں ہائی سکول کے پرنسپل رہ چکے ہیں پیدا کیے، اسی مڈل سکول سوکڑ سے اقبال سوکڑی جیسے ذہین شاعر جن کی شاعری سرائیکی تعلیمی سلیبس میں کالجوں میں پڑھائی جاتی ہے اور مشتاق خان گاڈی جیسے بریگیڈیئر پیدا کیے اور پروفیسر محمد خان، حمید الفت جیسے انسان پیدا کیے اُس وقت اس سکول کی چاردیواری نہ ہونے کی صورت میں کوئی غلط سوچ یعنی اس سکول کی سوچ کو چوری کرنے والا اندر نہیں گھس سکتا تھا اب جب کہ مڈل بوائز سے یہ سکول زنانہ ہائی سکول کا رتبہ پا چکا ہے ہائی سکول ہونے کے باوجود تعلیم عام ہوتے ہوئے بھی اور وہ بھی پورے پاکستان میں تعلیم عام ہوتے ہوئے بھی علم برباد ہو رہا ہے، اس سکول کی چاردیواری ہوتے ہوئے بھی کمروں کی

اینٹیں ہی بغاوت کرتی نظر آرہی ہیں آج تک اس گرلز ہائی سکول میں کوئی ہیڈ مسٹریس نہ آسکی اگر آئی تو ٹک نہ سکی آج تک کوئی سائنس ٹیچر نہ آسکی کیونکہ اس سکول میں غریب لوگوں کی بچیاں ہی پڑھ رہی ہیں، بڑے لوگوں کی اولادیں انگلش میڈیم اور وہ بھی پرائیویٹ سکولوں میں پڑھتی ہیں بڑے لوگ جنہیں ہر وقت غریب پڑھے لکھے طبقے سے ڈر اور خوف سا لگا رہتا ہے اس لئے اس ادارے کو تباہ و برباد کرنے پر تلے ہوئے ہیں، اس سکول میں ایک نئی ذمہ دار ڈیوٹی فل اور ڈیوٹی لینے والی ہیڈ مسٹریس کیا آئی کہ ٹیچرس وغیرہ جو کہ نااہل اور جاگیردارانہ ذہن رکھنے والیوں کیلئے قیامت ثابت ہوئی، ٹیچرس وغیرہ نے ڈیوٹی دینے کی بجائے ہیڈ مسٹریس کو نکالنے کا مصمم ارادہ کرلیا جس میں ہمارے سرداروں کا بھی اہم کردار رہا ہے، جن ٹیچرس نے اپنے مقدس فرض کی تکمیل کرنی تھی وہی ٹیچرس ہیڈ مسٹریس کو کم اور ہائی سکول جیسے ادارے کو نقصان اور برباد زیادہ کرنے لگیں، ایک ٹیچرس کو ہیڈ مسٹریس نے اس کی اپنی ڈیوٹی سے غفلت برتنے پر فراغت چٹ لکھ کر کیا دی کہ گرلز ہائی سکول کو ٹیچرس وغیرہ نے سیاسی اکھاڑے میں تبدیل کر دیا کچھ ٹیچرس ہیڈ مسٹریس کے حق میں کچھ ہیڈ مسٹریس کی مخالفت میں برسرپیکار ہو گئیں، میڈیا والے بھی روزانہ چکر پہ

چکر کاٹ رہے تھے اور خبریں اکٹھی کر رہے تھے تاکہ کسی نہ کسی کو بلیک میل کر کے رقم بٹور سکیں پورے ہائی سکول میں ہیڈ مسٹریس زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے لگ رہے تھے ان نعروں سے ہمارا پورا محلہ گونج رہا تھا، ہائی سکول کم ناظم اور سردار کا دفتر اور جاگیردار کا ڈیرہ زیادہ لگ رہا تھا۔ ٹیچرس نعرے بازی ایسے کر رہی تھیں جیسے ناظم کے الیکشن کے موقع پر جاہل لوگ ناظم زندہ باد اور مردہ باد کے نعرے لگاتے نظر آتے ہیں اس ادارے کی ٹیچرس وغیرہ نے تو نعرے بازی اور ہلڑ بازی میں حد کر دی اور وہ بھی ایسی ٹیچرس جو کہ ڈائریکٹر تعلیم کی بیٹیاں ڈاکٹروں کی بہنیں اور بیویاں یعنی پرنسپل آفیسر کی اولادیں ہیں، لیکن ذہن ایسے پسماندہ ہیں کہ پڑھی لکھی اور پڑھے لکھے لوگوں کی اولادیں ہونے کے باوجود ایک دوسرے کے ساتھ ایسے جھگڑا کر رہی تھیں جیسے کسی سردار یا وڈیرے کی نوکرانیاں ایک دوسرے سے جھگڑ رہی ہوں، کئی دفعہ محکمہ تعلیم کے آفیسران اس مسئلے کو سلجھانے کیلئے تشریف لے آئے لیکن بے سود محکمہ تعلیم کے آفیسران کی ایک نہ سنی گئی کیونکہ آفیسران بھی تو پاکستانی تھے۔

جب تک ہیڈ مسٹریس کا تبادلہ نہ ہوا یا وہ خود تبادلہ کر کے نہ چلی گئی اُس وقت تک یہ نعرے بازی ہلڑ بازی، زندہ باد مردہ باد کے نعرے لگتے رہے اب

جب کہ ہیڈ مسٹریس چلی گئی تو خاموشی سی چھا گئی پہلے کی طرح سکول چل رہا ہے ٹیچرس وغیرہ پہلے کی طرح اپنی مرضی سے سکول آتی ہیں اپنی مرضی سے پڑھاتی ہیں اکثر اوقات گپیں لگا کر بچوں والے دہی بھلے بناتی ہیں بیچتی ہیں اور کھاتی ہیں اور خوش رہتی ہیں اب سکول کا وقت ختم ہو گیا ہے تعلیم ویسے ختم ہو گئی ہے۔

محکمہ تعلیم میں ہمارے گاؤں کے آفیسران میں سے غلام محمد خان ،غلام صدیق خان ملغانی مرحومین اور غلام قادر خان ،نصیر احمد خان کے نام سرفہرست ہیں اُسوقت چپڑاسی چوکیدار سے لے کر کلرک و ٹیچر اور ٹیچرس وغیرہ کے نئے آرڈر و تقرری وغیرہ دھڑا دھڑ ہوتے رہے تھے ،اُس وقت دو کلرک جن میں شہباز احمد اور عتیق اکبر کے نام شامل ہیں نئے آرڈر ہوئے تھے جن سے سترہ سال پہلے ان کلرکوں کی تقرری کیلئے فی کلرک تیس ہزار روپے لئے گئے تھے اب جبکہ چپڑاسی کیلئے ایک لاکھ روپیہ اور ٹیچر کیلئے دو لاکھ روپے ہے۔

جو آفیسر ضلع کی سطح تک چلے گئے وہ بیوی بچوں سمیت شہر میں مقیم ہو گئے بلکہ تمام پڑھے لکھے لوگ شہر میں منتقل ہو گئے ایسے منتقل ہوئے کہ دیہات کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا یہ بھی معلوم نہ کیا کہ جو باپ جو بھائی کھیتوں میں

بلکہ بنجر زمینوں میں ہل چلاتا رہا اس آس پر کہ اللہ تعالیٰ بارشیں وغیرہ دے گا اور رود کوہی سے زمین سیراب ہوگی اپنی اولادوں کو روزی روٹی کے علاوہ تعلیم اور اعلیٰ تعلیم دلوائیں گے تاکہ ہمارا بیٹا یا بھائی بڑا آفیسر بن جائے اُن والدین اور بھائیوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہی بیٹا یہی افسر ایسا شہر میں گم ہوگا کہ واپسی کا راستہ بھی بھول جائے گا، کچھ عرصہ بعد معلوم ہوتا ہے کہ فلاں افسر فلاں سردار نواب کا رشتہ دار بن گیا ہے یعنی آفیسر کا بیٹا کسی سردار نواب کا داماد بن گیا ہے یا پھر سردار نواب اُس آفیسر کا داماد بن جاتا ہے اُسی سردار نواب لوگوں کی زنجیروں میں آفیسران جکڑے جاتے ہیں جو ملک کو تباہ و برباد کرر ہے ہیں پھر یہی آفیسران بھی اُنہی لوگوں میں شامل ہوجاتے ہیں بھائی بہن اور والدین وغیرہ جائیں بھاڑ میں ۔ایسے آفیسروں میں ایک آفیسر میرا اپنا بھائی بھی ہے میرا بھائی میٹرک کر کے تونسہ شریف PTC ڈپلوما کرنے گیا تو وہاں ہاسٹل میں رہائش پذیر ہوا کیونکہ اُس وقت ہمارے گاؤں میں ٹریفک کی سہولیات میسر نہ تھی پیدل آٹھ کلومیٹر تونسہ شریف کا سفر تھا اور دو کلومیٹر دور ہاسٹل کی رہائش تھی چارپائی وغیرہ لے جانی تھی اُونٹ وغیرہ کا کرایہ نہ تھا ان تمام وجوہات کی بنا پر میری والدہ صاحبہ نے چارپائی بمع بسترا سر پہ رکھی دس کلومیٹر پیدل سفر کر کے ہاسٹل تک چار

پائی اور بسترا پہنچایا تا کہ اُس ماں کا بیٹا زمین پہ نہ سوئے بلکہ چار پائی پہ سوئے آج اگر وہی بیٹا افسر بن کر ماں کو ماں نہ سمجھے ماں سے ملنے نہ آئے اگر ماں ملنے جائے تو سخت ڈیوٹی کا بہانہ بنا کرتا رہے تو اُس آفیسر جیسا کمینہ آدمی پوری دنیا میں کہیں نہیں ہوگا اس سے آگے میں کچھ نہیں لکھ سکتا۔

ہمارے گاؤں کے ایک آفیسر کا نوجوان بھتیجا فوت ہوا جنازے پہ نہ آیا والد فوت ہوا جنازے پہ نہ آیا اُس آفیسر کی ماں فوت ہوئی جنازے پہ نہ آیا ایسے آفیسر بیٹوں سے تو والدین بے اولاد ہی بہتر ہیں ،اب جبکہ کچھ آفیسر بڑھاپے کو ہیں کچھ فوت ہو گئے ہیں اور کچھ فوت ہونے کے قریب ہیں تو ان آفیسران کو دفنانے کیلئے اپنے ہی آبائی قبرستان میں دفنانے کیلئے لے آتے ہیں کیونکہ ہم جیسے نوکر لوگ جو خود بھی ان پڑھ ہیں اور اولاد بھی ان پڑھ ہے ہم اُس آفیسر کی بھائی بندی سے گئے برادری سے گئے تو پھر آفیسر صاحب کو دفنانے کیلئے ہم یا ہماری اولاد کی کیا ضرورت ہے ان آفیسران کی اولادیں بڑے فخر سے ہمارے گاؤں آکر بڑے شان سے فوتیدگی کا اعلان کرواتے ہیں کہ فلاں افسر صاحب فلاں خان صاحب فوت ہو گئے ہیں جنازہ تیار ہے تدفین کیلئے تیار ہو جاؤ ثواب کیلئے اپنی عاقبت کیلئے ہم پھر اپنی عاقبت سنوارنے کیلئے اپنی آخرت سنوارنے کیلئے ثواب کیلئے جنازے میں چلے

جاتے ہیں اور دفنانے کیلئے بھی ہمیں کو قبرستان تک میت کو اُس آفیسر کی میت کو دفنانے کیلئے جانا پڑتا ہے کیونکہ کندھا بھی تو ہم نے دینا ہے آفیسران کی اولادیں تو پیدل قبرستان تک چل نہیں سکتیں اپنے باپ کو اُس افسر باپ کی میت کو کندھا کیا دے گی اب اُن آفیسران کی خوش قسمتی سمجھیں کہ ٹریفک سہولیات موجود ہیں ورنہ ہم بڑھاپے کو پہنچ چکے ہیں اور ہماری آنے والی نسلیں اُن آفیسران کے جنازے اُٹھانے تو در کنار جنازے پڑھنے تک نہیں جائیں گی۔

محکمہ تعلیم کا ایک اہم واقعہ بیان کرتا چلوں کئی سال پہلے اسسٹنٹ ایجوکیشن آفیسر زنانہ پروین گل کی دلالی میں تقریباً ڈیڑھ سو ملازمین کی بھرتی ہوئی تھی جن میں نائب قاصد، چوکیدار، مالی وغیرہ سے لے کر ٹیچرس وغیرہ کی تقرریاں ہوئی تھیں فی تقرری پچاس ہزار روپے ٹیچرس وغیرہ سے مٹھائی لی گئی تھی جن کی کل رقم پچھتر لاکھ بنتی ہے تقرری آرڈر آفیسر بشریٰ نور محمد رہائشی ڈیرہ غازیخان ملا قائد شاہ تھیں جو کہ فوری طور پر ریٹائر ہوئی تھیں کیونکہ جب ریٹائر ہونے کا وقت قریب ہوتا ہے تو ایسے گھپلے کرنے پڑتے ہیں کیونکہ گورنمنٹ سے ریٹائرمنٹ کی جو رقم ملتی ہے اُس رقم سے ایک مکان بنتا ہے یا پھر کسی ایک بیٹے یا بیٹی کی شادی ہوتی ہے یہ ریٹائرمنٹ بھی ایک آفیسر کی

ہوتو، چھوٹے ملازم کی ریٹائرمنٹ سے تو ایک کمرہ بھی نہیں بن سکتا۔

اسی گھپلے کی تقرریوں میں ایک تقرری بطور ٹیچر مس غلام جنت ولد خان محمد بھی ہے جن کو تین سال سے اوپر کچھ مہینوں تک باقاعدہ خزانے سے محکمہ کے حکم سے تنخواہ ملتی رہی جب صوبیدار ریٹائر فوجی چیکنگ ڈیوٹی پر مامور ہوئے تو معلوم ہوا کہ تمام کے تمام ریکارڈ آفیسر زنانہ ڈسٹرکٹ آفیسر بشریٰ نور محمد اپنے ساتھ لے گئیں جو کہ ریٹائر ہو گئی تھیں جن کی وجہ سے تمام آرڈر جعلی تصور ہوئے تمام کے تمام ملازم برخواست کر دیے گئے اسی طرح سروس سے متاثرہ ٹیچر مس غلام جنت ولد خان محمد کے آرڈر 2 مارچ 1996 کو ہوئے تھے اور 7 اپریل 1999 کو سروس سے برخواست کر دیا گیا محکمہ تعلیم کی زیادتی اور ظلم کی فریاد لے کر پنجاب سروس ٹریبونل لاہور کو درخواست گزاری کہ ہماری دادرسی کی جائے تاکہ ہم بے روزگاری جیسی آفت سے بچ سکیں، درخواست گزار جن کی تعداد پندرہ تک تھی جو کہ وکیل وکلاء اور لاہور کا خرچ برداشت کر سکتے تھے پنجاب سروس ٹریبونل میں پیشیاں لگواتے رہے ہیں باقی تمام لوگ غربت کی وجہ سے گھر میں ہی مزدوری کرتے رہے ہیں پندرہ لوگوں کا وکیل ایک ہی تھا مگر غلام جنت ولد خان محمد جس کے PTC کے آرڈر ہوئے تھے اُس نے اکیلا وکیل رکھ لیا مقدمہ کی نوعیت تمام

کی ایک ہی تھی مگر وکیل الگ الگ ہونے کی وجہ سے پیشی بھی علیحدہ علیحدہ ہوتی رہی باقی پندرہ ملازمین کو پنجاب سروس ٹریبونل نے بحال کر دیا ہے جبکہ غلام جنت کا مقدمہ خارج کر دیا بلکہ اُس کے والد کو خان محمد کی بجائے خیر محمد بنا دیا ایک پٹواری یا ریڈر یا کوئی گورنمنٹ سپرنٹنڈنٹ سے ایک نقطہ یا ر،ف کی کوئی غلطی ہو جائے تو درخواست گزار کو تصحیح کرانے میں تقریباً عدالتوں میں پانچ سے دس سال لگ جاتے ہیں اگر تصحیح کرانے والے درخواست گزار کا کوئی مدعی بھی نہ ہوا تو ورنہ ساری زندگی درخواست گزار اُس نقطے کی تصحیح کراتا مر جائے گا۔ مگر گورنمنٹ ملازم جس سے غلطی سرزد ہوئی تو وہ معافی کے زمرے میں آ جاتا ہے جو کہ کرپشن کی سب سے بڑی وجہ یہی غلطی ہوتی ہے۔

اب جبکہ ملازمت کی بحالی کا مقدمہ پنجاب سروس ٹریبونل کے اوپر کسی اور عدالت میں دائر نہیں ہو سکتا جب تک غلام جنت ولد خان محمد نام کی تصحیح نہ ہو جائے خیر محمد کو خان محمد تصحیح کرانے میں میرا خیال ساری زندگی گزر جائے گی کیونکہ غلام جنت ولد خان محمد کا مدعی ایک EST ٹیچر خان محمد چچا ہے جو کہ گورنمنٹ کی طرف سے محکمہ تعلیم کا عدالتی نمائندہ ہے غلام جنت کا ستارہ فی الحال تو گردش میں ہے اور قسمت ایسی خراب ہے کہ والد کا نام خان محمد اور

مدعی کا نام بھی خان محمد ہے۔خان محمد چچہ تونسہ شریف کا رہائشی ہے قوم چچہ پٹھان ہے، مگر پٹھان ہے نہیں کیونکہ پٹھانوں والے کام کرتا تو پٹھان ہوتا مگر یہ تمام کام بلوچوں والے کر رہا ہے تمام برائیوں کے مجموعے کا نام بلوچ ہی ہے اس لئے اچھائی والے کام بلوچ سے نہیں ہوتے وہی بلوچوں والے کام خان محمد چچہ کر رہا ہے تونسہ شریف کی بجائے اپنے آپ کو لاہور کا باشندہ تصور کرتا ہے لاہور میں ایک مکان کرایہ پر لیا ہوا ہے جو کہ بیس ہزار ماہانہ ادا کرتا ہے اگر گورنمنٹ کی طرف سے کسی مقدمے کی پیروی کیلئے لاہور جاتا ہے تو گورنمنٹ سے چارجز وغیرہ ہوٹل، رہائش کیلئے علیحدہ رقم لیتا ہے کیونکہ رہتا تو اپنے کرایے والے مکان میں ہے لیکن گورنمنٹ سے سفر خرچ اور رہائش وغیرہ کی رقم الگ لیتا ہے جو کہ لاکھوں روپے ماہانہ ہوتی ہے خود تو لاکھوں روپے ایک مد میں کماتا ہے اور کھاتا ہے باقی تو کھلے حساب سے باہر ہیں مگر بیچاری غلام جنت جو کہ ایک معمولی PTC ٹیچر کی بحالی چاہتی ہے جس کیلئے پورے پاکستان کے اکاؤنٹس میں سے تھوڑی سی رقم بھی نہیں ہے جو کہ غلام جنت کے گھر کے چولہے جلانے کے کام آسکتی۔

وزیر اعظم گیلانی کو بھی ملازمت کی بحالی کی درخواست دی گئی تھی گیلانی صاحب نے محکمانہ رپورٹ مانگی تو ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر نے

اپنے ماتحت DDOE سے رپورٹ مانگی تو رپورٹ میں صاف لکھا گیا کہ غلام جنت کا ہمارے پاس کوئی ریکارڈ نہیں ہے کیونکہ غلام جنت ولد خیر محمد کا ریکارڈ تو تھا ہی نہیں کیونکہ مقدمہ غلام جنت ولد خان محمد کا تھا۔ نہ کہ غلام جنت ولد خیر محمد کا

مالی وسائل نہ ہونے کی وجہ سے اعلیٰ عدالتوں یعنی سپریم کورٹ وغیرہ میں غلام جنت نہ جا سکی اُن کے ساتھ جو متاثرہ ملازمین تھے وہ عدالت عالیہ گئے اور بحال بھی ہوئے لیکن ٹائم بار کی وجہ سے سیکریٹری تعلیم نے تو غلام جنت کا مقدمہ ہی خارج کر دیا آخر کار زیور بیچ کر غلام جنت ہائی کورٹ پہنچ گئی ہائی کورٹ نے حکم نامہ جاری کیا کہ غلام جنت کو دو ماہ کے اندر بحال کیا جائے لیکن دو ماہ تک اس وقت کی موجودہ آفیسر زنانہ ڈپٹی ایجوکیشن آفیسر فوزیہ حنا ء پیشی پہ پیشی دیتی رہیں آخر کار معلوم ہوا کہ پھر وہی خان محمد بچہ آرڈروں کیلئے آڑے آ گیا کیونکہ غلام جنت کی ولدیت کی غلطی ہی غلام جنت کی کمزوری بن گئی ورنہ اگر کسی سردار چاہے کوئی لغاری، کھوسہ، بزدار، قیصرانی تک غلام جنت کی سفارش ہوتی تو تمام ایجوکیشن آفیسران کو بہو بیٹیوں کی گالیاں سردار لوگ دیتے، بے عزت بھی کرتے اور آرڈر بھی ہو جاتے لیکن غلام جنت ایسا نہیں کر سکتی کیونکہ غلام جنت کسی سردار کو جانتی تک نہیں ورنہ

اگر کسی سردار نواب کو جانتی تو برخواست ہی نہ ہوتی کیونکہ یہ تمام گھپلے بھی سرداروں نوابوں کی وجہ سے ہوتے ہیں ان سردار نواب لوگوں کا ان گھپلوں میں اپنا حصہ ہوتا ہے۔

یہ تو ایک غلام جنت بیچاری کی سچی کہانی ہے معلوم نہیں کہ ایسی کتنی ہمارے ملک کی بہو بیٹیاں ان بے غیرت آفیسران کی بھینٹ چڑھ کر اپنی روزی روٹی گنوا بیٹھتی ہیں اور جو روبینہ گل اور بشری نور محمد جیسی آفیسران اپنے بچوں کو حلال روزی کمانے کی تلقین کرتی ہوں گی اور فرماتی ہوں گی کہ ہم نے ساری زندگی حلال روزی کمائی اور اپنے بچوں کو کھلائی لیکن یہ معلوم نہیں کہ ان بچوں کی ماؤں نے کس طریقے سے گھپلے کر کے غریب لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا۔

میرے بیٹے نے تو کوئٹہ بورڈ کے کنٹرول میں ڈیرہ بگٹی سنٹر سے FA کا امتحان دیا بیدار بخت ولد کرامت حسین کے نام کی رولنمبر سلپ جاری ہوئی جب رزلٹ آوٹ ہوا تو بیدار بخت کا رزلٹ آوٹ ہوا تو بیدار بخت کا رزلٹ لیٹر آن تھا یعنی ''بعد میں'' کوئٹہ بورڈ سے رجوع کیا تو معلوم ہوا کہ ایک نام ولدیت کی دو مختلف سنٹروں کیلئے رولنمبر سلپیں جاری ہوئیں اسی طرح کوئٹہ سنٹر والی رولنمبر سلپ کا اُمیدوار بیدار بخت ولد کرامت حسین

غیر حاضر ہے اور ڈیرہ بگٹی سنٹر کا بیدار بخت ولد کرامت حسین حاضر ہے لہذا یہی غلطی یعنی کوئٹہ بورڈ کی غلطی بیدار بخت کیلئے بھاری پڑ رہی ہے کیونکہ بیدار بخت نے دنیا جہان کے تمام کام کاج کو چھوڑ کر پڑھائی کرتا رہا ہوگا ایک ماہ تک امتحان دیتا رہا ہوگا کم از کم بیس ہزار تک کرایہ، رہائش سفر خرچ وغیرہ بھی ہوا ہوگا۔

ان تمام مصیبتوں کی جڑ وہ نااہل اور نالائق لوگ ہیں جو کہ غیر ذمہ داری کے ساتھ ان تمام اداروں کو اور ملک کے اہم اداروں کو چلا رہے ہیں اور تمام تر اداروں کو منصوبہ بندی کے ساتھ تباہ و برباد کرنے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں جو کہ کامیاب بھی ہوتی نظر آرہی ہے کیونکہ ہمارا ملک انہی تباہ حال اداروں کی وجہ سے تباہی و بربادی کے دہانے پہ کھڑا ہے۔

محکمہ پولیس۔ایک دفعہ میرے قریبی رشتہ دار کے کھیت میں کسی ہمسائے کی بکریاں غلطی سے چلی گئیں جس کی وجہ سے کھیت کی فصل تباہ و برباد ہوگئی دونوں ہمسائے ایک دوسرے کے ساتھ لڑ پڑے میرے رشتے دار کا دانت ٹوٹ گیا اور کچھ زخمی بھی ہوا معاملہ تھانے تک جا پہنچا مجھے برادری نے کہا کہ ہسپتال سے اُس کی مرہم پٹی کرائیں جب تونسہ شریف پہنچے تو مضروب نے کہا کہ میں تو پرچہ درج کرواؤں گا مضروب نے جب ناراضگی کا اظہار کیا تو

میں خدا خدا کر کے مضروب کو تھانے لے گیا کیونکہ تھانے میں مَیں پہلی بار جارہا تھا خیر تھانے تک پہنچ گئے تھانہ تونسہ شریف کا تھانیدار اعظم خان گورچانی تھا رپورٹ درج کرنے کیلئے ایک کاغذ کا دستہ جو خاص قسم کا ہوتا ہے تحصیل دفتر سے فوٹوسٹیٹ والوں سے پچاس روپے میں خریدا پانچ سو روپے رپورٹ درج کرانے کے دیئے پھر روزانہ آنے کی پیشیاں دیتے رہے تاکہ رپورٹ مکمل کر کے پرچہ درج کیا جاسکے کبھی محرر نہیں تو کبھی انسپکٹر نہیں ہے کا بہانہ کرتے کرتے ایک مہینہ گزر گیا مقدمہ بھی خفیف نوعیت کا تھا لیکن دانت ٹوٹنے والی بات تھی کہ سفارش وغیرہ کروا کے پرچہ درج کروانے میں کامیاب ہوئے اب موقع کا معائنہ کرنے کیلئے تین ہزار روپے گاڑی کے ڈیزل کا لیا گیا موقع کے معائنہ کے بعد روزانہ حاضری بھی تو دینی ہے تاکہ گرفتاری عمل میں آسکے گرفتاری میں ذرا مشکل آئی کیونکہ سیاسی لوگ آڑے آگئے کیونکہ سیاسی لوگوں کا روزی روٹی بھی تو ایسے ہی واقعات سے منسلک ہوتا ہے دونوں مدعی اور مدعا علیہ سے جو رقم لی جاتی ہے اس رقم کا چوتھائی حصہ پولیس والوں کو ملتا ہے جو کہ عملہ جب بانٹنے لگتا ہے تو ایک ملازم کو سو روپیہ تک نہیں آتا۔ پھر بھی دن میں کئی مقدمات آجائیں تو ایک سپاہی کا بھی اچھا خاصا گزارہ ہو جاتا ہے۔

بہر حال پرچہ بھی درج ہوا گرفتاری بھی عمل میں آئی مضروب کا خرچہ عدالت تک جاتے ہوئے پنتالیس ہزار کا ہوا تقریباً کئی سال تک مقدمہ عدالت میں چلتا رہا یہ معلوم نہیں کہ عدالت میں مضروب کا کتنا خرچہ ہوا ملزم کے خرچے کا حساب لگایا تو لاکھوں تک بات جا پہنچی ،انصاف نہ تو مدعی کو ملا نہ مدعا علیہ کو یہ ہے پولیس محکمہ کا احوال جو کہ ایک درخواست گزار کی درخواست پر کاگزاری کی گئی۔

اگر کسی پولیس ملازم کو لاوارث لاش مل جائے اور پولیس ملازم اُس لاوارث لاش کو اُٹھا کر لے آئے تو پوسٹ مارٹم کا خرچہ جو کہ 1300 سے لے کر 5000 ہزار روپے جو کہ پوسٹ مارٹم سامان سے لے کر تدفین تک کا ہے یہ ایک اکیلے سپاہی کو ہی کرنا ہے تا کہ آئندہ غلطی سے بھی لاوارث لاش کو اُٹھانا تو درکنار دیکھنے کی جسارت بھی نہ کرے۔اسی طرح پولیس والے جو خرچ کرتے ہیں ہمیں سے نہ لیں تو کس سے لیں گے۔

ہر ایک تھانہ کی قیمت ہوتی ہے جو کہ لاکھوں میں ہوتی ہے جس تھانے میں چوری ڈکیتی اور قتل زیادہ ہوتے ہیں اور وہاں کے رہائشی بھی مالدار ہیں تو اُس تھانے کی قیمت زیادہ لگتی ہے مقدمات کم یعنی رقم کم ہونے کی صورت میں تھانہ کی قیمت کم لگتی ہے۔اسی طرح رقم دے کر ہی تھانیدار اپنی بدلی

کرواتا ہے تاکہ کمائی والا تھانہ لے سکوں، لیکن بچت کم ہوتی ہے کیونکہ زیادہ تر جو ماہانہ رقم اپنے آفیسران کو دی جاتی ہے وہ تھانے کی کمائی سے زیادہ ہی ہوتی ہے تھانیدار زیادہ تر کمائی کا اکتفا کسی سیاسی ناظم یا وڈیرے پہ کرتا ہے کیونکہ یہی ناظم و وڈیرے ہی پولیس کے ٹاؤٹ ہوتے ہیں، ٹاؤٹ معنی دلال ہوتے ہیں اور اپنی عوام جن سے ووٹ لیتے ہیں اُنھی لوگوں کو لوٹ کر کچھ پولیس والوں کو دیتے ہیں اور زیادہ تر اپنے پاس رکھتے ہیں۔ تمام فساد کی جڑ یہی سیاسی لوگ ہیں اگر پولیس کو کوئی پریشر نہ ہو، کوئی خوف وڈر نہ ہو تو رقم تو پولیس والے ویسے ہی کمائیں گے لیکن جرائم کافی حد تک ختم ہو جائیں گے اور مضروب کی حق رسی بھی ہوگی لیکن یہاں تو پورا سسٹم ہی بے غیرت ہے۔

میٹر بلوچستان میں دو بھائی عبدالحکیم اور محمد رفیق منی چوہدری جیسے ملک صاحب ہیں ایک بھائی کا کتا دوسرے بھائی کے گھر گیا کتے کو بچوں نے یا کسی بڑے نے گھر سے نکالنے کیلئے کوئی پتھر یا کنکر وغیرہ مارا کتا احتجاج کرتا ہوا مالک کے گھر پہنچا مالک سے اپنے کتے کی تکلیف نہ دیکھی گئی اور مالک کتے کو لے کر ہسپتال سے سرٹیفکیٹ وغیرہ لے کر تھانے پہنچ گیا اور اپنے سگے بھائی کے خلاف پرچہ درج کروا دیا جب دوسرے بھائی کو پرچے کا علم ہوا بلکہ یہ پاکستانی لوگ جرائم کرتے وقت ادھر اُدھر خوب نظر دوڑاتے ہیں

اور ماحول کا بغور جائزہ لیتے ہیں ورنہ اچھائی اور بھلائی کے کاموں میں رکاوٹ ڈالتے ہیں اچھائی کا کام کرنے والوں کی برائیاں نکالتے رہتے ہیں تا کہ کوئی اچھائی کا کام نہ ہو سکے۔

بہر حال بات کتے کے مقدمے کی ہو رہی تھی جب دوسرے بھائی کو علم ہوا کہ بھائی نے پرچہ درج کروا دیا ہے تو دوسرے بھائی نے اپنے بیٹے کو زخمی کر کے تھانے سے مقدمہ درج کروا لیا اب ایک بھائی پولیس کو گرفتاری کیلئے لے آتا ہے تو دوسرا بھائی بھی بھائی کی گرفتاری کیلئے پولیس کو لے آتا ہے اسی طرح سلسلہ چلتا رہا بکرے اور دنبے وغیرہ روٹی کیلئے یعنی پولیس کی روٹی کیلئے ذبح ہوتے رہے اور پکتے رہے اور پولیس کو کھلاتے رہے پولیس کے آنے جانے کا خرچ بھی دونوں بھائی ایک دوسرے کی مخالفت میں بڑھ چڑھ کر کرتے رہے، عدالت تک بھی حاضریاں لگواتے رہے آخر کار کسی نیک بخت نے سمجھایا بجھایا اور فیصلہ کروا لیا فیصلہ ہو جانے کے بعد خرچ کا حساب لگایا گیا تو پتہ چلا کہ تین لاکھ سے اوپر کا خرچ ہو چکا تھا یہ تو ایک کتے کی کہانی ہے کتے کی کہانی پر ہم پاکستانی لوگ تین لاکھ کا خرچ کر دیتے ہیں تو انسانوں کے قتل و غارت گری تک ہم پاکستانی کتنا خرچ کرتے ہوں گے آپ خود اندازہ لگا لیں۔

MQM کے سربراہ الطاف بھائی کہتے ہیں کہ عنقریب انقلاب آنے والا ہے جس قوم کو ذہنی طور پر اتنا پسماندہ اور مفلوج کردیا گیا ہو کہ ہر غلط کام فخر سے کرتے ہوں اور بے غیرتی کی انتہا ہو چکی ہو تو اس قوم میں انقلاب خاک آئے گا ہاں البتہ ایسی قوم کے تباہ ہونے کا انتظار تو کیا جاسکتا ہے نہ کہ انقلاب کا۔

﴿محکمہ محال﴾

پٹواری قانونگو اور تحصیلدار کے محکمہ کو محال کہا جاتا ہے اس محکمے کا جتنا مجھے علم ہے شاید ہی کسی کو ہو کیونکہ بطور کاشتکار میرا تعلق اور واسطہ ان پٹواریوں اور قانونگو وغیرہ سے پڑتا ہے اور میرا بھائی نائب تحصیلدار ہونے کی وجہ سے بھی اس محکمہ سے میرا گہرا رشتہ ہے جتنی کرپشن اس محکمے میں ہے مشکل ہے کسی اور محکمے میں ہوتی ہو میرے اپنے بیٹے کے ڈومیسائل کے فارم پٹواری صاحب نے تصدیق کرنا تھے پٹواری کریم نواز قیصرانی تھا ایک ماہ تک پیشیاں دیتا رہا آخرکار کچھ رقم بطور مٹھائی لینے کے بعد تصدیق فرمائی کیونکہ مٹھائی لے کر میرے اوپر احسان عظیم کردیا کیونکہ ڈومیسائل فارم تحصیلدار کے بھتیجے کا تھا، ایک اور پٹواری تھے بیس کنال زرعی رقبے کا انتقال درج کروایا جو کہ تین لاکھ روپے ایکڑ ہے جس کی سرکاری قیمت کا حساب لگایا تو کل رقم -/31000 روپے بنتی ہے جو کہ بنک چالان جمع کروایا لیکن

درباری فیس -/50000 روپے ہم سے لی گئی اسی طرح روزانہ کے لاکھوں روپے بنتے ہیں جن میں 1/3 حصہ پٹواری 1/3 قانونگو اور 1/3 نائب تحصیلدار لیتا ہے اسی طرح 1/3 حصہ کی تقسیم میں پٹواری ہزاروں کماتا ہے قانونگو لاکھوں اور تحصیلدار کروڑں ماہانہ رشوت کھاتا ہے یہ رشوت سفر طے کرتی ہوئی وزیر محال تک جاتی ہے اور پھر اوپر چلی جاتی ہے، ایک دفعہ جب نواب زادہ نصراللہ کا بیٹا نواب زادہ منصور وزیر محال تھا تو علی پور تحصیل کے پٹواری سے -/60000 ماہوار لیتا تھا کیونکہ اُس پٹواری سے نوابزادہ منصور کے ڈائریکٹ تعلقات تھے، ہمارے پاکستانی عوام کے منہ پر کالک مل دی جاتی ہے کیونکہ قوم سے اتنا بڑا جھوٹ بولا جاتا ہے کہ نوابزادہ نصراللہ خان جیسے سیاستدان اصول کے پکے اور ایماندار سیاستدان ہوتے ہیں مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ایسے نیک پاک اور سچے مسلمانوں کی اولادیں کیسے حرامی بن جاتی ہیں، حلال روزی کمانے والا نوابزادہ نصراللہ کی اولاد حرامی کیسے نکلی وہ اس لئے کہ تمام کے تمام سیاستدان حرامی ہیں اور اُن کی اولادیں بھی حرامی ہی ہوتی ہیں کیونکہ حلال سے حرام نہیں ہوسکتا اور حرام سے حلال نہیں ہوسکتا۔ حلال حلال ہے اور حرام حرام ہے اسی لئے میں سمجھتا ہوں کہ تمام پاکستانی سیاستدان وراثتی حرامی ہیں یعنی نسل در نسل

حرامی ہیں اسی طرح تمام رشوت کی رقم یعنی حرام کی رقم اوپر تین حصوں میں تقسیم ہوتی ہے ایک حصہ وزیر اعظم ایک حصہ صدر پاکستان اور ایک حصہ چیف آف آرمی سٹاف پاکستان جو کہ اربوں ڈالر تک بنتی ہے تمام کے بنک اکاؤنٹ باہر کے ملک میں ہیں یہاں یہ لوگ صرف پاکستان اور اس ملک کی غریب عوام کے ساتھ زنا خوری کرر ہے ہیں۔

اب جب کہ ملک اور عوام دونوں بوڑھے ہو چکے ہیں ان بوڑھوں کو جس لاٹھی کی ضرورت ہے وہ لاٹھی بھی ان سیاستدانوں نے جرنیلوں کے ساتھ مل کر کھینچ لی ہے اب گرے ہوئے پاکستان اور عوام کو کوئی نہیں اُٹھانے والا بغیر اللہ کی ذات کے ورنہ مر جائیں گے یہ ملک اور عوام دونوں میرے رب تمام کائنات کے رب اب اُٹھادے ترقی دے بچادے اس ملک پاکستان کو ان بے غیرت سیاستدانوں سے بے غیرت جرنیلوں سے اور بے غیرت علماء سو سے۔

﴿نادرا کمپنی﴾

میرے دو بھتیجے ہیں اللہ بخش خان اور عبداللہ خان کسی پرائیویٹ اکیڈمی میں پڑھتے ہیں اُن بچوں کیلئے ضروری ہے کہ پیدائشی سرٹیفکیٹ وہ بھی نادرا سے تصدیق شدہ ہو جب سیکریٹری یونین کونسل کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ پہلے اخبار میں اشتہار دو اخبار میں اشتہار کے بعد اشتام کرواؤ اور بیان حلفی بھی لکھ کر دینا ہے باپ کے شناختی کارڈ کی نقل فارم کے ساتھ لف کرنی ہے یہ تمام کام پورے ہوئے تو سیکریٹری یونین نے تین سو روپے لے کر کمپیوٹرائز پیدائشی مصدقہ سرٹیفکیٹ دے دی جو کہ کل 500 روپے میں ملی اسی پیدائشی سرٹیفکیٹ کے بعد ہم ب فارم بنوانے نادرا کے دفتر پہنچے تو وہاں معلوم ہوا کہ 500 روپے میں جلدی والا ب فارم بنتا ہے، ب فارم اور شناختی کارڈ بنانے میں خرچ ایک ہزار روپے آتا ہے اگر ایک ہزار روپیہ آپ نادرا والوں کو دے سکتے ہیں اور تمام کوائف پورے بھی ہیں اور سارا دن لائن میں بھی لگ سکتے ہیں تو لائن میں لگے ہوئے لوگوں کے درمیان میں سے نکلنا بھی نہیں پڑے گا چاہے کوئی مجبوری ہی کیوں نہ ہو ورنہ پھر دوسرے دن کا انتظار کرنا پڑے گا تو آپ بھی عبداللہ خان اور اللہ بخش خان کی طرح اس ملک پاکستان کے رہائشی ہیں ورنہ آپ کسی اور ملک کے باشندے ہیں

ہم نے کبھی کسی سردار نواب وزیر وزراء کو لائن میں کھڑے نادرا کے دفتر شناختی کارڈ بنوانے کبھی نہیں دیکھا کیونکہ اُن لوگوں کے شناختی کارڈ اور ب فارم وغیرہ آسمان سے بن کر آتے ہیں کیونکہ یہ سردار نواب آسمانی مخلوق میں سے ہیں جو مزدور تین سو روپے دیہاڑی لیتا ہے وہ ہزار روپے کہاں سے اکٹھے کرے اور پاکستانی شہری بنے اور ایک ماہ تک اپنی دیہاڑی بھی برباد کرے کیونکہ ہم جیسے ان پڑھ لوگوں کو شناختی کارڈ بنوانے کیلئے کوائف پورے کرتے کرتے ایک ماہ لگ جاتا ہے اور ایک ماہ تک اعتراض لگتے رہتے ہیں۔

ہمارے ہمسایہ ملک چین میں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو گورنمنٹ کے زچہ بچہ سنٹر سے بچے کا نام ولدیت لکھ دیا جاتا ہے وہی ابتدائی کارڈ ہی بچہ کے شہری ہونے کی تصدیقی سرٹیفکیٹ ہوتی ہے شناختی کارڈ وغیرہ تمام کاغذات اُس بچے کے گھر پہنچ جاتے ہیں، وہ بچہ کسی بڑھاپے کی عمر کو بھی پہنچ جائے تو بچپن سے لے کر بڑھاپے تک اُس کے تمام کاغذات کی ذمہ داری گورنمنٹ چین پر عائد ہوتی ہے، ہمارے گاؤں کا ایک نوجوان چین میں ڈاکٹری کر رہا ہے جو کہ اپنی مدد آپ کے تحت کر رہا ہے اُس نوجوان نے کہا کہ دو سال ہونے کو ہیں میرا شناختی کارڈ اور پاسپورٹ وغیرہ کسی نے چیک نہ کئے ملک چین میں

کسی غیر ملکی نوجوان کا پاسپورٹ چیک نہ کیا گیا وہ بھی دو سال تک ہمارے ملک پاکستان میں ہمارے اپنے ہی لوگ چیکنگ کیلئے ایک شہری کو اتنا ذلیل کرتے ہیں کہ جب تک سو روپیہ کم از کم اُس چیکنگ کرنے والے سپاہی خان کو نہ دے گا اُس وقت تک اُس شہری کو ذلیل وخوار ہونا پڑے گا کئی مرتبہ تو سو روپے کی خاطر جیل بھی بھیج دیتے ہیں کیونکہ سپاہی خان کی عزت کا سوال آڑے آجاتا ہے ہمارے پاکستانی سیاستدان ایسے بے غیرت اور بے ضمیر ہو گئے ہیں اپنے ہمسائے ملک کا قانون وآئین پاکستان کو جان بوجھ کر نہیں دے رہے یعنی پاکستانی عوام کو یہ چائنا والا آئین لاگو کر کے نہیں دیتے کیونکہ یہ ملک کو اور پاکستانی عوام کو ابھی تک مزید لوٹنا چاہتے ہیں جبکہ اب تو بچا ہی کچھ نہیں ہے۔

جب ہم شناختی کارڈ بنوانے نادرا کے دفتر جاتے ہیں تو تقریباً پانچ یا چھ کمپیوٹر سے ہمیں گزرنا پڑتا ہے بڑے لوگ یعنی کہ سردار نواب یا کوئی آفیسر لوگ ٹیلفون کے ذریعے غلط کوائف دے کر نادرا سے غلط شناختی کارڈ بنوا لیتے ہیں تو ڈکیتیاں اور خودکش حملے نہ ہوں تو کیا ہو،ان تمام دفاتر میں جب غریب آدمی دھکے کھا کر واپس خالی ہاتھ لوٹ آتا ہو تو وہ غریب آدمی کر تو کچھ نہیں سکتا مگر بد دعا ضرور دے سکتا ہے ایک بنک چیک پر دستخط میں

تھوڑا سا فرق آجائے یا سیاہی مدھم پڑ جائے تو بنک والے چیک واپس کر دیتے ہیں رقم نہیں دیتے تو مجھے سمجھ نہیں آتی کہ خودکش حملہ آور ٹرکوں کے ٹرک بارود کے بھر کر پورے پاکستان اور پاکستان کے بڑے بڑے شہروں اور پوری سیکورٹی کی آنکھوں میں دھول جھونک کر کیسے دھماکے کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں یا پھر یہ تمام لوگ خود تسلیم کریں کہ تمام بڑے بڑے آفیسران سیکورٹی والے اور سیاستدان اور آرمی جرنیل خودکش حملوں میں شامل ہیں یعنی کہ یہ تمام بڑے لوگ ہی خودکش حملے کرواتے ہیں کیونکہ سپاہ صحابہؓ یا لشکر جھنگوی اور مختلف اسلامی جہادی تنظیمیں ہمارے سیاستدان علماء سو اور آرمی جرنیل جیسا کہ حمید گل اور جرنل ضیاالحق جیسے انسانوں نے ہی مل کر تشکیل دی تھیں اور امریکہ سے رقم لیتے تھے اور اب بھی رقم لیتے ہیں جبکہ ملک میں سب کچھ ختم ہو چکا ہے یہ ملک پاکستان معاشی بدحالی کا شکار کسی اور نے نہیں بلکہ آرمی جرنیلوں، سیاستدانوں، علمائے سو اور امریکہ نے مل کر برباد کیا ہے اگر خودکش حملے نہ ہوں تو باہر سے جو رقم امداد کے طور پر دوسرے لفظوں میں دہشت گردی کے نام پر آ رہی ہے وہ ملنا بند ہو جاتی اور سیاستدان، جرنیل اور علمائے سو حضرات بچوں سمیت بھوکے مر جاتے جو کہ امریکہ ایسا نہیں چاہتا، امریکہ چاہتا ہے کہ ان تمام سیاستدان جو کہ جاگیردار

،سرداراورنواب ٹولہ ہے جرنیل اور علمائے سو حضرات ہیں ان تمام کو کتے کی طرح ہڈی ڈالتا رہوں اور یہ میرے آگے دم ہلاتے رہیں ،ایٹمی ملک پاکستان سسکیاں لیتا رہے عوام بھوکے ننگے ہوتے رہیں اور امریکہ محفوظ رہےاور پوری دنیا پر حکومت کرتا رہے۔

﴾محکمہ واپڈا﴿

پاکستان کو علیحدہ ہوئے تریسٹھ سال ہو گئے علیحدہ کا لفظ اس لئے لکھ رہا ہوں کیونکہ ملک پاکستان آزاد نہیں ہوا بلکہ علیحدہ ہوا ہے ہماری تحصیل تونسہ شریف کا تحصیل سب ڈویژن جس میں SDO واپڈا آفیسر انچارج ہوتا ہے۔ واپڈا کے دفتر کی بلڈنگ اٹھاون سال سے کرایہ پر تھی ہماری بدبختی یہ ہے کہ تریسٹھ سال سے جتنے بھی اہم اداروں کے دفاتر ہیں تمام کے تمام کی بلڈنگز کرایہ پر ہیں اسی طرح واپڈا بھی دفتر کا کرایہ اٹھاون سال تک ادا کرتا رہا اس کرایہ کی اہم وجہ یہ ہے کہ جتنے بڑے لوگ ہیں یا پھر بڑے آفیسران

ہیں اُن بڑے لوگوں نے اپنی جائیداد گورنمنٹ کو کرایہ پر دی ہوئی ہے ورنہ گورنمنٹ کے پاس تمام اختیارات بھی ہیں اور سرکاری املاک بھی ہیں۔ یہ لوگ پرائیویٹ جائیداد کا کرایہ جائیداد کی کل رقم سے زیادہ گورنمنٹ سے لیتے ہیں اس ملک کی بجلی جتنی بھی چوری ہو رہی ہے واپڈا ملازمین اور نواب سردار لوگوں کی ملی بھگت سے ہو رہی ہے کیونکہ چھوٹے سے بڑے ملازم تک ملازمت کم اور سرداروں کی چاپلوسی زیادہ کرتے ہیں کیونکہ اگر خوشامد نہ کریں اور دن میں ایک بار سردار لوگوں کے دربار میں حاضری نہ دیں تو ملازم لوگ بھوکے مر جائیں، کیونکہ سردار لوگ ہی اُن ملازمین کے ان داتا اور روزی روٹی دینے والے ہیں اُن ملازمین کے بچوں سے نوالہ تک چھین لیں گے ان ملازمین کا جینا حرام کر دیں گے جب تک بڑے لوگوں یعنی سردار نواب لوگوں کی دن میں ایک بار خوشامد نہ کریں تو ملازمین کے پیٹ کا نوالہ ہضم نہیں ہوتا۔

چند سال پہلے واپڈا اور او جی ڈی سی جیسے ادارے اتنے خودکفیل تھے کہ پورے ملک پاکستان کو ایک ہی ادارہ معاشی طور پر چلا سکتا تھا لیکن آج کل ہم اتنے ایڈوانس ہو گئے ہیں کہ ہمارے موبائل ٹیلیفون کی بیٹری چارجنگ جتنی بجلی بھی ملک پاکستان میں ہمیں میسر نہیں ہے اوپر سے یہی ادارے

مقروض جارہے ہیں ان اداروں کے مقروض ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ایک ریٹائرڈ ملازم واپڈا دوسو گھر کو اپنے میٹر سے بجلی چوری دیتا ہے یا پھر واپڈا ملازمین کے میٹر کی بجلی معاف ہوتی ہے تو ان دوسو گھروں سے تین سو روپے فی گھر وصول کرتا ہے اسی طرح واپڈا کا ریٹائرڈ ملازم ماہوار ساٹھ ہزار روپے کماتا ہے تو حاضر سروس ملازم واپڈا کتنا ماہوار کماتا ہوگا ہمارے ملک میں میٹر ریڈر نے پرائیویٹ ملازم ریڈنگ کیلئے رکھے ہوئے ہیں جو کہ لاکھوں روپے ماہوار میٹر ریڈر کماتا ہے پھر پرائیویٹ میٹر ریڈر کے کئی اور پرائیویٹ میٹر ریڈر ملازم ہیں جو کہ میٹر ریڈنگ کا کام کرتے ہیں وہ بھی تو ماہوار ہزاروں روپے کماتے ہوں گے۔ ہمارے واپڈا ملازمین نے اپنے اپنے علاقے تقسیم کئے ہوئے ہیں اگر گولڈن مارکیٹ کی وصولی اقبال قیصرانی نے کرنی ہے یعنی رشوت وصول کرنی ہے تو فیاض خان ملغانی نے پورا کالج روڈ کا علاقہ وصول کرتا ہے جو کہ لاکھوں روپے ماہوار رشوت و حرام وصول کرتے ہیں فیاض خان ملغانی ہماری برداری کے ہیں ہمارے بھائی اور اچھے دوست بھی ہیں ہمارے گاؤں کی ویلفیئر تنظیم کے چیئرمین بھی ہیں انتہائی اچھے انسان ہیں اچھا انسان ہونے کے باوجود بھی اگر وہ حرام کھاتے ہیں تو حرام کس آفیسران کی وجہ سے کھاتے ہیں اور کیوں کھاتے ہیں وہ بھی

پہلے میں لکھ چکا ہوں کہ ہر چھوٹا ملازم بڑے آفیسران کی وجہ سے حرام کھاتا ہے اور کھلاتا ہے جو چھوٹا ملازم بڑے آفیسران کو حرام کی رقم نہیں کھلا سکتا وہ ناکام ملازم تصور ہوگا جیسے ہمارے بہترین دوست طارق خان ملغانی وہ انتہائی ناکام ملازمین میں سے ہیں کیونکہ اکثر اوقات طارق صاحب کے اپنے گھر کا چولہا تک نہیں جلتا تو آفیسران کو کیا کھلائے گا، میرے اپنے گھر کا میٹر ہے اور بھائی کے گھر کا میٹر بھی ہے میں نے تنگ آ کر دونوں میٹر کٹوا دیئے کیونکہ بجلی کے بل پندرہ ہزار تک پہنچ چکے ہیں ایک سردار نواب کے میٹر کا بل جو کہ سولہ سولہ کی تعداد میں ایئر کنڈیشنر استعمال کرتا ہے اُس کے میٹر کا بل پچاس روپے ماہوار آتا ہے تو غریب آدمی کا بل دس ہزار روپے آتا ہے جس کی استطاعت بوجہ غربت ایک پنکھا اور بلب خریدنے کی ہے، جس کی وجہ سے غریب کی بددعا واپڈا کو تو کیا پورے ملک پاکستان کو کھا جائے گی اور رزلٹ بھی تقریباً یہی نکل رہا ہے۔

گورنمنٹ پاکستان کو چلانے والے سردار، نواب، جاگیردار یا جرنل وغیرہ ہیں جو فائدہ تو نہیں

دے سکتے ملک کو نقصان پہنچانے کے ماہر ہیں رات دن سوچتے رہتے ہیں کہ کسی سکیم کی گرانٹ منظور کیسے کرانی ہے ٹھیکہ اپنے آدمیوں کو کیسے دلاتا ہے

کمیشن کیسے کمانا ہے اور پوری کی پوری رقم کو ہڑپ کیسے کرنا ہے، پاکستان کا جتنا بھی پیسا ہے وہ چند لوگ نواب، سردار اور جرنل کھا جاتے ہیں اسی لئے یہ لوگ الیکشن کے موقع پر بھائی کو بھائی قتل کرنے سے گریز نہیں کرتا تا کہ پارلیمنٹ تک پہنچ سکیں اور پاکستان کو برباد کرسکیں ہماری بستی میں بجلی کو آئے ہوئے سات سال گزر چکے تھے 11000 وولٹ کی بجلی جن تاروں سے گزر رہی ہے وہ تاریں اتنی نیچے ہیں کہ ہر آنے جانے والے راہگیر کو خطرہ رہتا ہے واپڈا کے تمام ملازمین اور آفیسران کو فرداً فرداً ذاتی تعلق کی بناء پر بھی اور درخواست گزاری کے زریعے بھی عرض گزاری گئی کہ 11000 وولٹ کی تاریں اوپر کھینچی جائیں لیکن تمام درخواستیں ردی کی ٹوکری کی نظر ہوتی رہیں آخر کار ایک شخص جس کی شادی تیار تھی اپنی شادی کیلئے ٹین ڈبہ والی صندوق سر پر رکھ کر جا رہا تھا جونہی اُن تاروں کے نیچے سے گزرا تو پلک جھپکتے ہی تاروں نے ایک انسان کو جلا کر راکھ کر دیا ایک جھٹکے میں ایک انسان کو واپڈا والوں نے اپنی بجلی کی تاروں سے کتنے کی طرح قتل کر دیا قتل کرنے کے بعد واپڈا حرکت میں آیا بجلی کی تاروں کو آدھا گھنٹہ کی قلیل مدت میں اوپر کھینچ لیا لیکن بے فائدہ ایک انسان تو جل کر راکھ ہو چکا کیونکہ گورنمنٹ پاکستان نقصان دینے اور اُٹھانے کے بعد حرکت میں

آتی ہے جب پاکستان ختم ہو چکا ہوگا تو بعد میں کیا ہاتھ آئے گا بلکہ کچھ ہاتھ نہ آئے گا جیسا کہ ''اب کیا پچھتائے ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت'' آج ہمارے گاؤں میں ملتان سے واپڈا کی ٹیم چھاپہ مارنے کیلئے آئی ہوئی ہے بجلی چوری کے سلسلے میں چھاپہ مارنا ہے واپڈا ملازمین تونسہ شریف سے رابطہ بھی چھاپہ مار ٹیم کا ہوتا ہے جو کہ واپڈا ملازمین ہمارے گاؤں کے کسی پرائیویٹ آدمی سے اعلان کروا دیتے ہیں تاکہ گاؤں والے اپنی بجلی چوری کی کنڈیاں اتار سکیں کچھ کنڈیاں اور تاریں کارروائی کیلئے ٹیم کو دے دیں مک مکا کر کے رقم وغیرہ بٹور کر ٹیم واپس ملتان پہنچی تاکہ واپڈا آفیسران کے آگے سرخرو ہو سکیں کیونکہ مٹھائی والی رقم جو کہ ہماری بستی سے وصول کی گئی تھی اُس رقم پہ بھی تو آفیسران کا حق ہوتا ہے۔ ہمارے گاؤں میں بجلی 1985,86 سے آئی تھی اور آتے ہی بجلی چوری ہونے لگی سب سے پہلے واپڈا ملازمین اور سرداروں کی ملی بھگت سے چوری ہوتی ہے اگر بجلی چوری نہ ہوتی تو شاید آج بجلی مفت گورنمنٹ مہیا کرتی اور لوڈ شیڈنگ نہ ہوتی بلکہ اب تو محکمہ واپڈا ہی ختم ہو چکا ہے تو

بجلی کہاں سے آئے گی اسی وجہ سے میں نے اپنے دونوں میٹر کٹوا دیئے اور ایک سال سے بجلی چوری کر رہا ہوں کیونکہ چھبیس سال سے ایک سردار کے

میٹر کا بل پچاس روپے ماہانہ آتا ہے میرے بجلی کے بل دو ہزار سے لیکر دس ہزار روپے ماہوار تک آتے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ میرے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے اس لئے مجبور ہو کر میں بھی بجلی چوری میں شامل ہو گیا اُس کے ذمہ دار واپڈا ملازمین و آفیسران اور سردار و نواب لوگ ہیں کیونکہ آج تک پاکستانی لوگ اقتدار میں نہیں آسکے نہ ہی آسکتے ہیں جو بھی اقتدار میں ہیں وہ نواب، سردار، جاگیردار جرنیل اور علمائے سُو وغیرہ ہیں یہ لوگ پاکستانی نہیں ہیں یہ باہر کے لوگ ہیں یہ باہر کی حکومت سے اشارہ لیتے ہیں اور حکومت کرتے ہیں ان تمام سیاستدانوں کی کوشش ہے کی پاکستان تباہ و برباد ہو جائے اس لئے پاکستان کی جڑیں کاٹ رہے ہیں مثلاً محکمہ واپڈا پاکستان کی ایک جڑ ہے اسی طرح تمام جڑوں کو کاٹتے کاٹتے پورے اداروں کو کھا گئے اگر آج واپڈا بچ گیا ہوتا تو آج بجلی کنٹرول میں ہوتی اور ہمارے ملک بلکہ ہمسایہ ممالک کو بھی بجلی دیتے کیونکہ ہمارے ملک پاکستان میں سورج ہر وقت موجود ہے شمسی توانائی سے بجلی پیدا کر سکتے تھے کوئلہ ہمارے ملک میں ایسے پڑا ہوا ہے جیسے ریت مٹی اور پہاڑ وغیرہ ہیں کوئلہ سے بجلی بنا سکتے تھے ہمارے ملک کے پاس یورینیم وغیرہ کی دھاتیں دنیا کے پہلے نمبر پر آتی ہیں یورینیم کے کچرے سے بھی ہم بجلی بنا سکتے تھے لیکن یہ بے غیرت سیاستدان

چاہتے ہیں بجلی برباد ہوتا کہ ہماری ملیں اور فیکٹریاں تباہ و برباد ہوں تا کہ ملک پاکستان تباہ و برباد ہو سکے ایسا ہو بھی رہا ہے۔

اعلان گمشدگی۔ پاکستانی سربراہان مملکت ایک ضروری گمشدگی کا اعلان سماعت فرما لیں پورے پاکستان میں جہاں کہیں بھی کسی سردار، نواب، وڈیرے، جاگیردار اور آرمی جرنیل نے بجلی

کو دیکھا ہو یا کسی نواب سردار جاگیردار اور آرمی جرنیل کے گھر میں بجلی جل رہی ہو تو مہربانی کر کے سفید رنگ کی بجلی کے بارے میں اطلاع ہم جیسے غریب لوگوں کو دیں تا کہ ہمارے بچے رات کو بلب جلا کر اپنی تعلیم حاصل کر سکیں۔

یا پھر زردی لعل رنگ کی بجلی کے بارے میں کسی سربراہان مملکت کو علم ہو کہ کہیں امریکہ اور آئی ایم ایف کے معاہدے کے تحت یا آئی ایم ایف کے حکم کی بھینٹ چڑھ گئی ہو تا کہ ہمارے پیارے ملک کی فیکٹریاں اور انڈسٹریز وغیرہ تباہ و برباد ہو جائیں تو ہمیں یعنی غریب عوام کو ضرور بتائیں تا کہ ہم غریب لوگ اس ملک کیلئے اپنا سر نہ کھپائیں یعنی اپنا دماغ خراب نہ کریں ورنہ ہم پاگل ہو جائیں گے۔

یا پھر لعل انگارہ رنگ کی بجلی کے بارے میں ہم پاکستانیوں کو بتائیں تا کہ ہم

غریب لوگ اپنے خاندان سمیت پورے ملک پاکستان کو اس لعل انگارہ رنگ کی بجلی سے جلا کر راکھ کر دیں تاکہ آپ جیسے سربراہان مملکت ڈھول باجے بجا کر خوشیوں کے بھنگڑے ڈال کر لڈی ھے جمالو کے گیت گا کر اس ملک کو چھوڑ کر اپنے باپ انگریز کے پاس چلے جاؤ تاکہ ہم غریب پاکستانی مرنے کے بعد سکون سے قبر میں رہ سکیں۔

پرانے وقتوں میں جب کسی بادشاہ کے ظلم و بربریت نا انصافیاں اور زیادتیاں بڑھ جاتیں تو اُس سلطنت کی عوام اپنے بادشاہ سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے اجتماعی دعا مانگتے تو بادشاہ موقع پر ہلاک ہو جایا کرتے تھے۔

نئے بادشاہ کے چناؤ کیلئے عوام اکٹھی ہوتیں اور بادشاہت کیلئے اُمیدوار بھی کافی تعداد میں اکٹھے ہوتے بادشاہ کے چناؤ کیلئے ایک خاص قسم کا پرندہ جسے ہما کہا جاتا تھا چھوڑا جاتا وہ پرندہ (ہما) جس کے سَر پر بیٹھ جاتا اُس شخص کو بادشاہ بنا دیا جاتا۔

جب بادشاہ کے چناؤ کا وقت قریب آیا تو ایک چرواہے نے اپنی بوڑھی ماں سے عرض کی کہ میں بھی چناؤ میں حصہ لوں گا تو اُس چرواہے کی بوڑھی ماں نے کہا کہ اے بیٹا تو بادشاہت کے لائق نہیں ہو۔ تم ظالم اور جابر قسم کے انسان ہو اللہ تعالیٰ کے سامنے جب عوام دعا مانگیں گے تو تم مرجاؤ گے پھر

تمہاری بوڑھی ماں تمہاری موت کا صدمہ برداشت نہیں کر سکے گی۔

بہر حال چرواہا ماں کی بات ٹالتے ہوئے بادشاہت کے چناؤ میں شریک ہو گیا اور پرندہ ہما بھی اُسی چرواہے کے سَر پر آ کر بیٹھ گیا جب چرواہا بادشاہ بن گیا تو سب سے پہلے حکم دیا کہ سلطنت میں جتنے خنزیر ہیں پکڑ کر لے آؤ اور خنزیر کے بالوں کو کاٹ کر رسیاں بناؤ خنزیر کے چمڑے سے ڈول تیار کرواؤ جب یہ رسیاں اور ڈول تیار ہوئے تو بادشاہ نے حکم دیا سلطنت میں جتنے پانی کے کنوئیں ہیں تمام کنوؤں کے پانی کے استعمال کیلئے یہی رسیاں اور ڈول استعمال کرو۔

جب بادشاہ نے ظلم اور بربریت کی انتہا کر دی تو عوام اکٹھے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور بادشاہ کے مرنے کی دعائیں مانگنے لگے مگر دعا قبول نہ ہوئی آخر کار ماں نے اپنے بادشاہ بیٹے سے کہا کہ عوام کی دعا قبول کیوں نہیں ہوتی تم مر کیوں نہیں جاتے ہو تو بادشاہ نے جواب دیا کہ میں نے سب سے حرام جانور خنزیر کی کھال والے ڈول اور رسیاں کنوئیں سے پانی حاصل کرنے کیلئے استعمال میں لائیں حرام پانی کے استعمال سے عوام کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

نتیجہ! ہماری پاکستانی قوم حرام کا پانی تو کیا خنزیر کا گوشت بھی کھا رہی

ہے جس سے نہ تو کوئی انقلاب آئے گا اور نہ ہی کوئی بادشاہ مرے گا۔

اس کتاب میں جتنے بھی پاکستان کے کمینے لوگوں کا ذکر اور اعمال بیان کئے گئے ہیں یہ کام کوئی شریف آدمی نہیں کرسکتا مثلاً اگر آپ کی چوری ہوگئی ہو تو چوری کی واپسی کیلئے کسی چور سے رابطہ کریں گے، اگر آپ کی موٹر سائیکل چھین لی گئی ہو تو موٹر سائیکل کی واپسی کیلئے کسی ڈکیت اور اُس کے رابطہ کار سے رابطہ کریں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ کمینے لوگوں کے راز فاش کرنے والا سب سے بڑا کمینہ ہے یعنی کہ تمام پاکستانیوں کے کمینوں کے مجموعے کا نام کرامت حسین ہے۔

﴿قصہ ایک ایڈوانس سیلری کا﴾

جیسا کہ آرمی جرنیل باری باری پاکستان کی حکومت سنبھالتے رہتے ہیں اُن میں ایک نام جنرل مشرف کا بھی ہے جس نے آتے ہوئے گورنمنٹ ملازمین پر بہت بڑے احسانات کئے ویسے تو پاکستان پر آرمی جرنیلوں کے بہت بڑے احسانات ہیں کیونکہ جب جب پاکستانی عوام تذبذب کا شکار ہوتی ہے یا عوام پر جن کا سایہ ہوتا ہے تو آرمی جرنیل عوام کے جن کو نکالنے کیلئے بھوپا بن کر (بھوپا کے معنی جن نکالنے والا) پاکستان کے اوپر چڑھ دوڑتے ہیں جس سے پورے پاکستان کی عوام کا جن نکلتا نہیں بلکہ مرجاتا ہے وہ آرمی جرنیل صدر بھی خود ہوتا ہے، حاضر سروس چیف آف آرمی سٹاف بھی خود ہوتا ہے جج اور وزیراعظم بھی خود ہوتا ہے پارلیمنٹ اور سینٹر بھی خود ہوتا ہے۔ خیر بات ہو رہی تھی جنرل مشرف کے ایک احسان کی کہ گورنمنٹ ملازمین اپنی تنخواہیں ایڈوانس نکلوا سکتے ہیں ہر پاکستانی بنک دس سے بیس تنخواہیں ملازمین کو دیتا ہے میں نے بھی بطور گورنمنٹ ملازم نیشنل بنک تونسہ شریف سے اپنی تنخواہوں کا ایک لاکھ دو ہزار روپیہ لیا تھا جن کو ادا کرتے ہوئے پانچ سال کا عرصہ درکار ہوتا ہے وہ پانچ سال کا عرصہ پورا ہونے کو ہے اور تقریباً رقم بھی ادا ہونے کو ہے کیونکہ چھوٹا ملازم

ہونے کے ناطے قسطوں میں بے قاعدگی بلکہ مسلسل بے قاعدگی ہوتی رہی جن کی وجہ سے ایک لاکھ دو ہزر کی بجائے ،ایک لاکھ اَسی ہزار روپیہ ادا کر چکا ہوں باقی پانچ سال پورے ہونے تک معلوم نہیں کتنا سود بنتا ہے جسے معزز لفظ پرافٹ کہا جاتا ہے۔

پاکستان میں صرف اور صرف آفیسر ہی گورنمنٹ ملازم ہوتے ہیں ورنہ چھوٹے ملازمین تو اُس کتے سے بھی بدتر ہیں جسے خارش کے جراثیم چپکے ہوئے ہوتے ہیں اور اُس جراثیم شدہ کتے کو کہیں بھی آرام میسر نہیں ہوتا اس لئے وہ کبھی ٹھنڈی ریت میں تو کبھی دھوپ میں ہر جگہ دوڑتا اور اپنے آپ کو کھجلی کرتا ہوا نظر آئے گا جو آخر کار کسی گٹر یا گندی نالی میں گر کر مرا پڑا ہوتا ہے۔میں بھی اُنہی چھوٹے ملازمین میں سے ہوں جس کی جائز ضروریات کبھی بھی پوری نہیں ہوتیں جس کی وجہ سے اُسی نیشنل بنک سے قرضہ لینے کیلئے فائل بنوانے کو دوڑا ہوں۔

باہر بیٹھے ہوئے گورنمنٹ بنک کے کسی پرائیویٹ اٹارنی جنرل سے فائل تیار کروائی جب اندر بنک میں گیا تو سامنے ایک بنک ملازم حشمت صاحب سے ملاقات ہوئی جو میرے متعلقہ بنک ملازم میں سے تھے مجھے معلوم نہیں کہ حشمت صاحب کی Designation کیا ہے۔کیونکہ جب بنک

کے اندر داخل ہوتے ہیں تو مجھ جیسا ملازم بنک ملازمین کو دیکھنے کی بجائے بنک کے اندر چاروں طرف لگے ہوئے آئینوں کی طرف بہت زیادہ دیکھتا ہے اپنے آپ کو چاروں طرف آئینوں کے اندر دیکھ کر اُسے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ آئینے اس لئے لگے ہوئے ہیں کہ اپنی شکل دیکھ کر چھوٹا ملازم خود ہی اپنے آپ کو پہچان لے کہ وہ کتنا چھوٹا ہے۔

تونسہ شریف بنک میں ملازم کم اور کام زیادہ ہے، کام کی زیادتی کی وجہ سے نہ بنک ملازم کو کسی سے بات کرنے کی فرصت ہوتی ہے نہ بنک میں آئے ہوئے سائل کی کوئی بات سمجھنے کی فرصت ہوتی ہے۔ جب بنک ملازم کو سائل کی بات سمجھنے کی فرصت ہی نہیں تو وہ سائل کا کام کیا کرے گا۔ میری قسطوں کی ادائیگی میں بے قاعدگیوں کا کہہ کر حشمت صاحب نے میری فائل تیار کرنے میں معذوری ظاہر کردی بیس دن تک اُس کی سفارش ڈھونڈتے ہوئے گزر گئے آخر کار میرے بیٹے بیدار بخت کا ایک دوست جسے علی بھائی کہا جاتا ہے جو کہ انتہائی ملنسار دوسروں کا احترام خاص کر میری عزت کرنے والا نوجوان ہے میرے بیٹے کی دوستی کیوجہ سے میرا بھتیجا ہوا اور حشمت صاحب کا بھی بھتیجا ہوا بہت بڑی سفارش کے بعد آخر کار حشمت صاحب فائل بنانے کیلئے راضی ہی ہوئے تھے کہ اُن کا تبادلہ نیشنل بنک وہوا

میں کر دیا گیا۔

حشمت صاحب کی سیٹ پر ایک نہایت ہی شریف آدمی کریم بخش صاحب آ گئے وہ تو حشمت صاحب سے بھی بڑے سخت مزاج کے نکلے دوٹوک بات کرنے کے عادی ہیں دوٹوک بات کرتے ہوئے مجھے میری فائل تھماتے ہوئے ایک لفظ کہا کہ آپ کی فائل تیار نہیں ہو سکتی میں نے انکار کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ آپ کی ادائیگی سخت بے قاعدگیوں کے بعد ہوئی۔

اب میں کریم بخش صاحب کو کیا سمجھاؤں کہ ملک پاکستان بنا ہی بے قاعدگیوں کیلئے ہے اور وہ بھی بڑے لوگوں کی بے قاعدگیوں کیلئے۔جن میں جنرل، سیاست دان، جاگیردار، اور علماء سُو جنہوں نے ملک پاکستان کو بے قاعدہ ہو کر بھی لوٹا اور با قاعدہ ہو کر بھی لوٹا باقی جو ہم جیسے چھوٹے غریب ملازم ہیں وہ بنک کی بے قاعدگیوں میں آ کر سود در سود بھی ادا کرتے ہیں اور اگر سود در سود میں بھی بے قاعدگی ہو جائے تو جیل بھی ہمیں جانا پڑتا ہے۔

آخر کار جو حسنین خان بچہ ہے وہ میرا بھی سفارشی ہے بلکہ پوری تحصیل کا سفارشی ہے اُس کی سفارش پر بھی کوئی خاص دھیان کریم بخش خان نے نہ دیا۔ڈیرہ غازیخان ڈونل آفس سے سفارش کرائی تو فائل تیار کروا کے درخواست فارم بھی تھماتے ہوئے مجھے DHO کے دستخط کروانے کو کہا تو

میں نے ڈیرہ غازیخان اپنے محکمہ ہیلتھ کے ہیڈ کلرک اور سپرنٹنڈنٹ کو فائل تھمائی۔

ہمارے کلرک صاحبان جو کہ ایک مجید لنڈ دوسرا حنیف لنڈ دونوں ہیلتھ آفس کو ایسے چلا رہے ہیں جیسے ترقی یافتہ شہر میں بیوٹی پارلر میں بیٹھی عورتیں اپنے بیوٹی پارلر کو چلاتی ہیں اسی طرح یہ دونوں موصوف آنے جانے والے چھوٹے ملازمین کیلئے خدمت خلق کا ایسا فریضہ سرانجام دیتے ہیں کہ چھوٹے ملازمین کو معلوم بھی نہیں ہوتا کہ ہماری جیب میں واپسی گھر جانے کا کرایہ بھی ہے یا نہیں؟

اِن کلرک حضرات کا بھی کوئی قصور نہیں ہوتا کیونکہ ہر آنے والے آفیسر کا بڑے شہروں میں یا تو پلازہ تیار ہو رہا ہوتا ہے یا عالیشان بنگلہ تیاری کے مراحل میں ہوتا ہے جس کی وجہ سے ہر آئے دن ہمارے جیسے چھوٹے ملازمین بھی مالی معاونت کرنے پر مجبور ہوتے ہیں، خیر چھبیس دن تک میری فائل کو DHO فضل کریم صاحب نے ہاتھ تک نہ لگایا آخر کار رنگ آ کر سید حبیب اللہ شاہ جو کہ میرا بہترین دوست ہے آرتھو سرجن ہوتے ہوئے بھی اپنی مصروفیات کو بالائے طاق رکھ کر فضل کریم سے فائل پر دستخط کروانے میرے ساتھ چلا گیا جس کی وجہ سے میں فائل پر دستخط کروانے میں کامیاب

ہوا جب تونسہ شریف نیشنل بنک پہنچا تو کریم بخش صاحب نے فرمایا کہ DHO کے دستخط ہمارے بنک میں نہیں ہیں لہذا ڈیرہ غازیخان مین برانچ سے دستخط تصدیق کروا کے آئیں اُس کے بعد ڈیرہ غازیخان گیا تصدیق کروائی ،تونسہ شریف واپس آیا کریم بخش صاحب کے آگے فائل رکھی تو کریم بخش صاحب نے میرے شناختی کارڈ کی تصدیق مانگی جو میں نے پہلے تصدیق کروا کے رکھی تھی لیکن افسوس جب ڈیرہ غازیخان گیا تو دوران سفر میرے وہ کاغذات جو جیب میں ہوا کرتے ہیں راستہ میں کہیں گم ہو گئے میری بدبختی اُن کاغذات کیلئے ایک دن میں تونسہ شریف سے ڈیرہ غازیخان کے چار چکر لگانے پڑے، خیر کاغذات تو مل گئے لیکن پھر کل آنے کا کہہ کر فائل اپنے پاس بنک والوں نے رکھ لی اب مجھے کچھ تسلی ہوئی کہ میرا ایڈوانس سیلری کا کیس کلیئر ہو جائے گا۔ اگلی صبح جب بنک پہنچا تو متعلقہ بنک آفیسر نے AB12 فارم لانے کو کہا جو کہ اُسی نیشنل بنک میں ہی ملتا ہے لیکن وہاں کاؤنٹر پر جا کر معلوم ہوا کہ یہ متعلقہ فارم ہمارے پاس نہیں ہے اسی طرح وہ دن بھی گزر گیا دوسرے روز جب بنک پہنچا تو 100 روپے کا اسٹام لانے کا کہا گیا جس کے اوپر وہ AB12 فارم ڈاؤن لوڈ کیا، ڈاؤن لوڈ کیا ہی تھا کہ سیکنڈ مینجر نیشنل بنک تونسہ شریف اصغر خان

ملکانی نے میری فائل نہ بنانے کیلئے میرے متعلقہ آفیسر کریم بخش خان کو منع کیا جب وجہ پوچھی تو معلوم ہوا کہ اصغر ملکانی صاحب کے بھانجے نے میرے بھانجے کے توسط سے ڈھائی لاکھ(-/250000)روپیہ بوجہ ملازمت ٹیچری کیلئے دیا ہوا تھا آرڈر نہ ہونے کی وجہ سے باقی ادا کرنے کے بعد تیس ہزار روپیہ بقایا دینا تھا جس کی پاداش میں مجھے چھ مہینوں تک اِدھر اُدھر کے دھکے کھانے پڑے پھر میں نے ایک اور سفارش جواد حسین گاڈی سے اس شرط پر کروائی کہ میرا ایڈوانس سیلری کا کیس منظور ہوا تو اُس میں سے تیس ہزار میں ادا کروں گا آگے یہ تیس ہزار کی رقم مجھے وصول ہو یا نہ ہو۔دوبارہ اگلے دن جب بنک پہنچا تو مجھے اپنے ذاتی شناختی کارڈ کی verification کیلئے نادرا کے دفتر بھیجا گیا لیکن نادرا والوں نے معذوری ظاہر کرتے ہوئے مجھے نادرا کی سوفٹ فرنچائز میں بھیجا گیا وہاں جا کر معلوم ہوا کہ تصویر والی کارڈ کی تصدیق شدہ کاپی چاہیے جو کہ بنک ہی تصدیق کرتا ہے جن میں MCB اور پنجاب بنک شامل ہے وہاں پہنچا تو متعلقہ آفیسر دونوں بنکوں میں موجود نہیں تھے۔اسی طرح ایک دن اور گزر گیا دوسرے دن ان دونوں بنکوں میں سارا دن چکر لگاتا رہا آخر کار شام کو پانچ بجے MCB میں موجود ایک نوجوان ملازم سے ملاقات ہوئی جس نے

انتہائی احترام کے ساتھ بٹھایا چائے پلائی اور میرے شناختی کارڈ کی تصدیق شدہ کاپی میرے حوالے کردی وہ تصدیق شدہ کاپی لے کر نیشنل بنک پہنچا جہاں پھر سے کریم بخش صاحب سے سامنا ہوا خیر آج قدرے خوش اسلوبی سے پیش آیا اور دو لطیفے سنا کر ہنسی مذاق کرتے ہوئے میری تھکاوٹ دور کردی اور تمام گلے شکوے دور ہوئے اُس نے فائل مکمل کی ،کل صبح بنک آ کے کیش لینے کا کہا اسی طرح قصہ تمام ہوا ایک ایڈوانس سیلری کا، پاکستان کے تمام اداروں میں چھوٹے ملازمین اور چھوٹے لوگوں سے جن کی کوئی ولدیت ہی نہیں ہے اسی طرح دھکے کھا کھا کے بڑی مشکل سے اُن کا کام ہوتا ہے اس طرح میں سمجھتا ہوں پاکستان کے اِن اداروں کو کینسر جیسی بیماری لاحق ہے جس کا علاج ناممکن ہے، اسی طرح اداروں کی بربادی کی وجہ سے ملک کو بربادی سے کوئی نہیں بچاسکتا، ہاں البتہ اگر اس اداروں کو کینسر سے بچاؤ کی ویکسینیشن کی جائے تو اس ملک کے بچنے کے امکان کچھ حد تک روشن ہو جائیں گے۔

آخر میں مجھے یاد آیا ڈی جی خان اور تونسہ شریف میں آتے جاتے میری عینک بھی کہیں گم ہوگئی تو قاضی عابد جو کہ قاضی آپٹیکس کے نام سے ڈیرہ غازیخان میں دکان چلاتا ہے مجھے مفت میں عینک فراہم کی میں اُس کا

شکریہ ادا کرتا ہوں۔یاد رہے ایڈوانس سیلری کے فارموں کی تعداد 35 ورق پر مشتمل ہے علاوہ پانچ چیکوں کے ہمارے ملک پاکستان کے آئین جو کبھی مکمل نہیں ہوا اُس آئین کی کاپیاں بھی اتنی نہیں ہوں گی جتنی نیشنل بنک میں ایڈوانس سیلری کیلئے درخواست فارموں کی ہیں۔